القصیدۃ المدحیۃ

مناقب

برکۃ العصر محدّث کبیر حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس اللہ سرہ

رشحاتِ قلم

مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمہ اللہ تعالیٰ

و

الأستاذ عبد المنّان بن العلّامة عبد السبحان الدهلوی رحمهما الله تعالیٰ

ناشر

صغیر احمد

احسان منزل نزد مسجد احسان راجگڑھ روڈ، چوبرجی لاہور

سنہ ۱۴۰۴ھ
۱۹۸۴ء

نام کتاب ——
مرتب —— محمد سعید الرحمٰن علوی
صفحات ——
سرورق —— حضرت سید نفیس شاہ صاحب
کتابت —— محمد اقبال طاہر
قیمت ——
اہتمام —— میاں ریاض الحق فاروق ۔ سُنی پبلیکیشنز ۔ لاہور
زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

ناشر

حاجی صغیر احمد
احسان منزل، نزد مسجد احسان، راجگڑھ روڈ چوبرجی لاہور

ملنے کے پتے
۱۔ مدینہ سٹیشنری مارٹ ۔ انارکلی ۔ لاہور
۲۔ سنی پبلی کیشنز ۔ پوسٹ بکس ۷۶۶ ۔ لاہور
۳۔ پاک اکیڈمی ۔ دکان نمبر ۲۲ ۔ جامع مسجد باب الاسلام ۔ کراچی
۴۔ ذوالنورین اکیڈمی ۔ بھیرہ ۔ سرگودھا ۔
مکتبہ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد کراچی
مکتبہ فیض الشیخ —— جامع مسجد صدیق اکبر
محلہ فاروق اعظم (چوہڑ پال)
پشاور روڈ، راولپنڈی

فہرست

انتساب

مخدوم محترم حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلوی یکے از مجاز بیعت قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ مہاجر مدنی مقیم تبلیغی مرکز بنگلہ والی مسجد بستی نظام الدین اولیاؒ دھلی جنہیں حضرت شیخ قدس اللہ سرہ العزیز ہر عید کے موقع پر ایک شعر لکھ کر ارسال فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے اس بے حیثیت پر احسان فرمایا کہ ان مدحیہ قصائد کو طبع کرالوں۔

یہ ناچیز و بے حیثیت ان سب احباب کا بھی دل و جان سے ممنون ہے جنھوں نے اس کی طباعت کی تکمیل میں کاوش فرمائی، اللہ جلّشانہٗ ان سب کو اپنی شایانِ شان دارین میں بہترین جزائے خیر مرحمت فرمائیں۔ اس کی طباعت میں جو تاخیر ہوئی اس کی وجہ یہ سگِ دنیا تنہا ہے، اللہ جلّشانہٗ کریم ہیں، وہ میری اس تقصیر کو معاف فرمادیں، احباب سے بھی معافی کا خواستگار ہوں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

فقط

صغیر احمد عفی عنہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدّمہ

آنے والے صفحات جو آپ کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں وہ دراصل چند قصائد ہیں۔ جن کا تعلق حضرت برکۃ العصر، محدّث زمن مولانا الشیخ محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی ذات گرامی سے ہے۔

ان میں سے عربی قصیدہ حضرت مولانا عبدالمنان دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے جن کا تعارفی تذکرہ آپ آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمالیں گے — موصوف عربی زبان کے ایسے قادر الکلام شاعر تھے کہ انھیں دیکھ کر قدیم دور کے عربی شعراء یاد آجاتے، لیکن خوبی یہ تھی کہ انھوں نے اللہ رب العزت کی بخشی ہوئی اس صلاحیت کو بڑی ذمہ داری کے ساتھ ٹھکانے لگایا اور اپنی زبان وقلم کو ہر قسم کی آلائشوں سے محفوظ رکھا۔ جو صنفِ شاعری انھوں نے اپنائی وہ اسی نوعیت کی تھی۔ یعنی وہ بزرگان سلف و اکابر عصر جن کی زندگیاں تقویٰ و طہارت کا نمونہ تھیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں تھے۔ ان کے حالات، ان کے خصائص و کمالات اور ان کے فضائل و مناقب پر باوقار، سنجیدہ اور واقعاتی گفتگو بزبان شاعری مولانا مرحوم کا خاصہ تھا — ناممکن کہ وہ عام شعراء کی طرح مختلف النوع وادیوں میں بھٹکیں اور ناممکن کہ وہ اپنے ممدوحین سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے افراط کا شکار ہوں۔ ہم نے خود مرحوم کو متعدد مجالس میں دیکھا جن میں اپنے دور کے بڑے بڑے صاحب نسبت حضرات موجود تھے۔ مولانا کبھی اپنے شوق سے اور کبھی کسی بارِ محفل کی خواہش سے اپنے قصائد

سناتے، اس مرحلہ پر سننے والے اور سنانے والا سبھی ایک خاص تاثر کا شکار ہو جاتے ــــــ برّ اعظم ہند و پاک کے متعدد علمی اور دقیع رسالوں اور مجلّات میں ان کا کلام چھپتا رہا۔ تاہم یہ واقعہ ہے کہ اسے بصورت دیوان نہ تو خود انھوں نے مرتب کیا نہ ان کے اعزہ و متعلقین میں سے کسی نے ہنوز اس طرف توجہ دی۔ حالانکہ ایسا کرنا بے حد ضروری ہے کہ مولانا المرحوم کی طبعی کوششیں نہ صرف ادبی طور پر بلکہ اس وسیع و عریض خطہ کے ارباب صدق و صفا اور خاندان ولی اللّٰہی کے علمی ورثہ کے تعارف کے لیے ایک نہایت جاندار اور مؤثر سرمایہ ہیں۔ یہ قصیدہ انھوں نے اپنے شیخ و مربی اور خاندان کا ندھلہ کے گل سر سبد حضرت الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے متعلق اس عظیم سرزمین پر لکھا۔ جسے رسول محتشم، نبی محترم حضرت محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ کی مستقل فرودگاہ، دار الہجرت اور آخری قیامگاہ ہونے کا شرف حاصل ہے ــــــ یثرب جسے "مدینۃ النبی" ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور جس کا ایک قطعۂ زمین جنت کا ٹکڑا ہے۔ اس پر ایک خاص تاثر سے لکھے جانے والے اس قصیدہ سے حقیقی معنوں میں وہ لوگ محظوظ ہوں گے۔ جو عربی زبان کا ذوقِ سلیم رکھتے ہیں، تاہم ترجمہ کا اہتمام ان لوگوں کے لیے کر دیا گیا ہے جو براہِ راست ان سے واقف ہیں وہ اگر موسلا دھار بارش سے لطف اندوز نہ بھی ہو سکے تو ترجمہ کے ذریعے قطرات شبنم سے قلب و نظر کی بالیدگی اور روح کی تر و تازگی کا سامان ضرور حاصل کریں گے۔

فَإِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ

اردو قصیدہ عالم اسلام کی نامور علمی، دینی اور روحانی شخصیت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی زید مجدہم کے جواں سال جواں فکر اور صاحب قلب و نظر برادرزادہ مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے، جو حضرت الامیر السید احمد شہید بریلوی قدس سرہٗ سے خاندانی نسبت رکھنے کے ساتھ ساتھ علم و عرفان کی ان مجلسوں میں پلے اور بڑھے جن کا تصور ہی عام لوگوں کے لیے مشکل ہے۔ یہ عزیز اپنے عظیم المرتبت صاحبان

سید ڈاکٹر عبد العلی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی گود میں تو پلے ہی، انہیں شیخ الاسلام حضرت مدنی، قطب وقت حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری اور محدث عصر حضرت الشیخ اور داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد یوسف رحمہم اللہ کی بارگاہوں میں اونچا مقام حاصل رہا، مرحوم کا پہلے تعلق حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ سے تھا تو بعد میں رشتہ عقیدت حضرت الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے استوار ہوا ــــ افسوس وہ جوان مرگی کا شکار ہو گیا لیکن اپنے پیچھے حسنات چھوڑ کر گیا ہے۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہترین ذخیرہ ہوں ان میں سے ایک یہ قصیدہ ہے جس میں شاعرانہ مبالغہ نام کو نہیں۔ واقعات کی صحیح اور سچی عکاسی اس طرح کی ہے کہ کرشمہ دامن می کشد والی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

ہمارے حضرت الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیض یافتہ مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلوی مقیم بستی نظام الدین دہلی جن کے نام اس کتاب کا انتساب ہے، انھوں نے یہ قصائد حضرت شیخ ہی کے ایک دوسرے منتسب اور ہمارے محترم کرم فرما محترم الحاج الحافظ صغیر احمد صاحب کو ارسال کیے ــــ حاجی صاحب نے ان کی اشاعت کا پروگرام بنا لیا۔ کتابت کے لیے برادر عزیز میاں ریاض الحق فاروق ناظم سنی پبلیکشنز لاہور سے درخواست کی گئی جنھوں نے اپنی ذاتی نگرانی میں نہ صرف کتابت کرائی بلکہ تصحیح کا بھی کام کیا ــــ حاجی صاحب کی خواہش یہ ہوئی کہ قصیدہ میں جن حضرات کا تذکرہ آیا ہے ان کے مختصر حالات شامل ہو جائیں اور خود حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات زندگی پر ایک مضمون بھی شریک اشاعت کر لیا جائے ــــ حضرت شیخ کے لیے تو ہفت روزہ خدام الدین" لاہور کے خصوصی نمبر بیاد شیخ سے وہ مضمون لے لیا گیا جو برادر گرامی مولانا محمد شاہد صاحب (نواسہ حضرت الشیخ) کے محتاط قلم سے ہے اور باقی چیزیں مختلف مراجع سے حاصل کر کے (جن کے حوالے ساتھ ہیں) ایک کشکول

طیار کر دی گئی ہے۔ اس میں اگر کوئی خوبی نظر آئے تو اسے اللہ رب العزت کا انعام و اکرام سمجھا جائے اور پھر ان مرحوم بزرگوں کا فیض باطنی جن کا تذکرہ اس رسالہ میں کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اس کا سہرا محترم حاجی صاحب کے سر ہوگا جن کا شوق و ایثار اس مجموعہ کا باعث بنا ــــــ رہ گیا غلطیوں اور خامیوں کا معاملہ تو مجھے اعتراف ہے کہ ان کا تمام تر ذمہ دار میں ہوں اور اس سلسلہ میں جہاں میں اپنے خالق و مالک کے حضور عفو و درگزر کی درخواست کرتا ہوں۔ وہاں اپنے محترم بزرگوں، عزیزوں اور قارئین سے بھی توقع رکھوں گا کہ وہ اصلاح و خیر خواہی کے جذبہ سے مجھے مطلع کر کے ممنون کریں گے کہ

ع برکریماں کارہا دشوار نیست

اس بے ربط اور بے ڈھنگ تحریر کے بعد یہ گلدستہ صد رنگ احباب کی نذر ہے کہ وہ اس سے بالیدگی روح کا سامان فراہم کریں ــــــ اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضی واجعل آخرتنا خیرا من الاولی ۔

بحرمۃ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

۱۲۔ اے شاہ جمال روڈ لاہور ۔ ۱۶
۱۸؍ جمادی الثانیہ ۱۴۰۴ھ
۲۲؍۳؍۱۹۸۴ء
بعد الاشراق

محمد سعید الرحمٰن علوی
چشتی صابری۔

تذکرۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ زید مجدہ، کی پیدائش اپنے آبائی گاؤں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفرنگر میں بتاریخ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ شب پنجشنبہ گیارہ بجے شب ہوئی اہل محلہ اور متعلقین کو جب اس ولادت کی اطلاع ملی تو فرط مسرت کی بنا پر مبارکباد دینے آئے۔ ساتویں دن والد محترم حضرت محمد یحییٰ صاحب کاندھلہ تشریف لائے اور گھر کے دروازے پر پہنچ کر یہ خواہش ظاہر کی ہیں نومولود کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت مولانا کی یہ خواہش اس زمانہ کی شرم وحیا اور دینی گھرانوں میں پائے جانے والے ماحول کے بالکل خلاف تھی۔ گھر کے اکثر افراد کو اس پر تعجب بھی ہوا مگر بعض دوسری مستورات نے یہ کہہ کر آخر باپ ہیں بچہ کو دیکھنے کو جی چاہ گیا۔ اس میں کیا حرج ہے؟ باہر بھیج دیا۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب اپنے ہمراہ حجام کو لے کر آئے تھے اشارہ پاتے ہی حجام نے بال اُتار دیئے۔ حضرت مولانا نے وہ بال یہ کہہ کر گھر میں بھیج دیے کہ بال میں نے بنوا دیے بکرے تم ذبح کرا دینا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دینا۔ اس طور پر حضرت مولانا نے یہ تقریب جس کے لیے بڑے انتظامات کیے جا رہے تھے اور دل کے ارمان نکالنے کا منصوبہ بندھا ہوا تھا نہایت سادگی سے اختتام کو پہنچا دی۔

ڈھائی سال کی عمر تک حضرت شیخ کا قیام کاندھلہ رہا۔ تقریباً ۱۳۱۸ھ میں گنگوہ آمد ہوئی۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کا قیام اس وقت تک حضرت

اقدس گنگوہی کے یہاں تھا۔ خود فرماتے ہیں کہ میں ابھی ڈھائی سال کا تھا۔
حضرت گولر کے درخت کے نیچے چار زانو بیٹھے تھے۔ میں حضرت گنگوہی کے
پیروں پر کھڑا ہوکر حضرت سے خوب لپٹتا۔ فرماتے تھے کہ جب میں کچھ
اور بڑا ہوگیا۔ راستہ میں کھڑا ہوجاتا جب حضرت سامنے سے گزرتے تو میں
بڑی قرأت سے اور بلند آواز کہتا۔ السلام علیکم، حضرت بھی از راہ محبت و شفقت
اسی لہجہ میں جواب مرحمت فرماتے۔ گنگوہ پہنچ کر ضلع مظفر نگر کے ایک بزرگ
ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کے پاس تعلیم و تدریس کا افتتاح ہوا۔ قاعدہ بغدادی
انہیں سے پڑھا۔ اس کے بعد خاندانی روایات کے مطابق والد محترم حضرت
محمد یحییٰ صاحب کے پاس قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ ابا جان کی طرف سے
یہ حکم ملا تھا کہ روزانہ کا سبق سو مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ اس کے بعد چھٹی۔ حفظ قرآن
کے بعد بہشتی زیور اور اردو فارسی کی دینی کتابیں گنگوہ کے زمانہ قیام ہی
میں رہ کر پڑھیں۔ یہ ساری اکثر کتب اپنے چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس
صاحب اور صرف و نحو کی ابتدائی کتب اپنے والد ماجد نور اللہ مرقدہ سے پڑھیں
یہ ساری تاریخ ۲۶ھ تک کی ہے اس کے بعد رجب ۱۳۲۸ھ میں حضرت
شیخ سہارن پور تشریف لائے۔ عمر مبارک اس وقت تیرہ سال کی تھی۔ ابا جان
دو، تین سال قبل سہارن پور آچکے تھے۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کی
یہ آمد کتب حدیث کی تدریس کے لیے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب
نور اللہ مرقدہٗ کے اصرار و تقاضا پر تھی۔ یہاں آکر عربی تعلیم کا آغاز ہوا۔ اور
صرف میر، پنج گنج، فصول اکبری، کافیہ، مجموعہ اربعین، پارہ عم، قصیدہ بردہ،
قصیدہ بانت سعاد اپنے والد صاحب کی زیر نگرانی تکمیل کو پہنچائیں۔ کتب منطق
کے استاذ حضرت مولانا عبدالطیف صاحب ناظم مظاہر علوم اور کتب معقول
کے استاد مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلی استاد مدرسہ قرار پائے۔

دورۂ حدیث

۱۳۳۳ھ میں دورۂ حدیث شریف کی ابتدائی ہوئی اور ابن ماجہ کے علاوہ تمام کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھیں۔ ابن ماجہ چونکہ کئی سال سے مولانا ثابت علی صاحب کے پاس ہو رہی تھی۔ اس لیے وہ انہی کے پاس پڑھی۔ یہ سال حضرت سہارنپوری اور شیخ الہند کا قیام طویل کے ارادے سے حجاز گزرا، دوبارہ بخاری و ترمذی شریف حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے ان کی آمد پر پڑھی۔ دورۂ حدیث کی تعلیم کے یہ سال بڑی محنت و انہماک سے پورے ہوئے اور تمام اسباق میں دو چیزوں کا بڑا خیال رکھا۔ ایک تو یہ کہ کوئی سبق ناغہ نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ کوئی حدیث پاک بلا وضو نہ پڑھی جائے۔ اگر اثناءِ سبق میں وضو کی ضرورت پیش آجاتی تو ہم سبق رفیق اس کوشش میں لگ جاتے کہ اتنی دیر سبق نہ ہو۔ اس سلسلہ کا ایک دلچسپ واقعہ حضرت شیخ زید مجدہٗ اپنی آپ بیتی میں ان الفاظ کے ساتھ تحریر فرماتے کہ:

میرا اور میرے مرحوم شریک سبق احمد حسن سہارن پوری کا یہ دستور تھا۔ کہ ہم میں سے جس کو وضو کی ضرورت پیش آتی وہ دوسرے کو کہنی مار کر اٹھ جاتا اور دوسرا ساتھی فوراً ابا جان پر کوئی اشکال کر دیتا۔ اگرچہ اس کی نوبت تو بہت کم آتی تھی اس لیے کہ صحت اچھی تھی۔ پھر بھی کبھی نہ کبھی ضرورت پیش آجاتی۔ والد صاحب پہلی ہی مرتبہ میں سمجھ گئے تھے کہ ایک دم ایک ایک ساتھی اٹھا، ایک منٹ میں آستینیں اُتارتا ہوا بھاگا آرہا ہے۔ اس سے ان کو اندازہ بھی ہو گیا تھا۔ اور اس چیز سے اُن کو مسرت بھی تھی۔ ایک دفعہ حسن احمد مرحوم میرے کہنی مار کر ایک دم اٹھا اور اس کے اٹھتے ہی میں نے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے عرض کیا کہ حضرت فتح القدیر میں یوں لکھا ہے اور بالکل بے سوچے سمجھے کہا میرے ذہن میں بالکل بھی نہ تھا کہ فتح القدیر میں کیا لکھا ہے۔

لیکن میرے والد صاحب اس فقرے پر بے ساختہ ہنس پڑے اور کتاب میں نشان رکھ کر اس کو بند کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تک (حسن احمد آوے میں تمہیں ایک قصہ سناؤں، میں تمہاری فتح القدیر سے کہاں لڑتا پھروں گا۔

مسند درس پر

تعلیم سے فراغت پر جبکہ حضرت اقدس کی عمر بتیس سال کی تھی یکم محرم الحرام ۱۳۳۵ھ کو حضرت شیخ زید مجدہٗ کا تقرر مظاہر علوم میں بحیثیت ایک ابتدائی مدرس کے پندرہ روپے مشاہرہ پر قرار پایا اور اصول الشاشی علم الصیغہ جیسی ابتدائی کتب تجویز ہوئیں۔ یہ دونوں کتابیں مظاہر کے اساتذہ کبار کی جانب سے منتقل ہو کر آئی تھیں۔ یعنی اصول الشاشی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی طرف سے اور علم الصیغہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کے پاس سے اس کے علاوہ پانچ چھ اسباق یہ بھی تھے۔ مائۃ عامل منظوم شرح مائۃ۔ خلاصہ نحو میر، نفحۃ الیمن، منیتہ المصلی، قال اقول۔ اس کے بعد اگلے سال ۳۶ھ میں یہ کتب زیر تدریس رہیں۔ مرقاۃ قدوری، شرح تہذیب، کافیہ۔ نور الایضاح، اصول الشاشی۔ شرح جامی۔ بحث فعل، بحث اسم ۱۳۲۶ھ میں مزید ترقی ہوئی۔ اور اونچی و معیاری کتب پڑھائیں مثلاً مقامات، سبعہ معلقہ۔ قطبی میر قطبی۔ کنز الدقائق وغیرہ۔

۱۳۳۶ھ میں چونکہ بذل المجہود کی تالیف کا آغاز ہو چکا تھا اس لیے ۳۷ھ میں اکثر اسباق خارج اوقات میں پڑھانے کی نوبت آئی؛ چنانچہ حماسہ بعد نماز عشاء اور بعض دوسرے اسباق بعد نماز عصر ہوا کرتے تھے۔ شعبان ۳۸ھ میں اپنے پیر و مرشد حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کی معیت میں حجاز تشریف لے گئے اور ماہ محرم الحرام ۳۹ھ میں آمد ہوئی۔

بذل المجہود کے لیے مضامین کی تلاش اور مباحث کا تتبع اور پھر اس کا

املاکرنے کا سارا بار حضرت شیخ پر تھا۔ جس کی بناء پر اسباق مجوزہ کا پورا کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس لیے محرم سنہ ۴۰ھ سے مستقل صبح کا وقت مدرسہ سے فارغ کرکے بذل المجہود میں صرف ہونے لگا۔ اس کے بعد رجب سنہ ۴۱ھ میں بخاری شریف کے تین سیپارے حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم مدرسہ کے یہاں سے منتقل ہوکر آئے۔ شوال سنہ ۴۱ھ شعبان سنہ ۴۴ھ تک مشکوٰۃ شریف زیرِ تدریس رہی۔ شوال سنہ ۱۳۴۴ھ حضرت اقدس سہارن پوری نور اللہ مرقدہ کی معیت میں پھر حج کے لیے تشریف بری ہوئی۔ اور پورے سال وہاں قیام کرکے اٹھارہ صفر سنہ ۴۶ھ کو واپس ہندوستان آئے اور اسی روز ابوداؤد شریف حضرت ناظم صاحب کے پاس سے منتقل ہوکر آئی۔ نسائی موطا امام محمد اور بخاری بارہویں پارے سے لے کر سولھویں سیپارے تک اس سال کا درس رہا۔

سنہ ۴۶ھ میں ارباب مدرسہ نے اپنے شوریٰ میں یہ طے کیا کہ ترمذی شریف حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کے پاس اور بخاری شریف حضرت شیخ کے پاس ہوا کرے گی۔

اس لیے کہ ناظم مدرسہ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب پر انتظامی بار بہت بڑھ گیا۔ شغلِ حدیث ترک ہونے کی وجہ سے اس تجویز کا اثر حضرت ناظم صاحب پر کافی محسوس کیا گیا۔ اس لیے حضرت شیخ کی حساس اور غیور طبیعت نے اکابر مدرسہ کو اس پر راضی کر لیا کہ ترمذی تو ہمیشہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کے ہوتی رہے۔ اور بخاری شریف کا افتتاح حضرت ناظم صاحب کے پاس ہو۔ اور بقر عید کے بعد بخاری جلد اول کا سبق میرے پاس آجائے۔ جلد ثانی حضرت ناظم صاحب بعد مغرب پڑھا دیا کریں۔ یہ تجویز بڑی خوشی سے منظور ہوئی۔ حضرت ناظم صاحب کا تأثر بھی اس سے رفع ہوگیا۔ ارباب مدرسہ کی ایک قرارداد کے مطابق ابوداؤد کا سبق مستقلاً حضرت شیخ کے سپرد کیا گیا۔ جو ۱۳۷۵ھ تک ہوا۔ سنہ ۷۳ھ میں ناظم صاحب کے سفر رنگون

بنا بر پیرانہ سالی اور مسلسل علالت کی بنا پر ابوداؤد شریف اور بخاری شریف دونوں جلدیں حضرت شیخ ہی کے زیر تدریس رہیں لیکن جب ناظم صاحب وفات پا گئے تو ابوداؤد شریف حضرت اقدس مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب۔ (حال ناظم مدرسہ) کی طرف منتقل ہو کر بخاری شریف حضرت شیخ زید مجدہٗ کے حوالہ کر دی گئی۔ اس مدت میں بہت بڑی تعداد میں طلبا اور قارئینِ حدیث نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔[1]

لیکن ۱۳۸۸ھ میں نزول آب شروع ہو گیا۔ جس کی وجہ سے اپنی زندگی کا وہ مبارک مشغلہ جو آپ کے لیے ہر وقت حیاتِ نو کا سبب بنا کرتا اور تازگی پیدا کیے رکھتا (یعنی تدریس حدیث) بند کر دیا یہ کوئی اتفاقی بات نہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے ایک انعام ہے کہ علوم رشید کے شارح و ناشر کو اسی عذر کی بنا پر اپنی مسند تدریس کو چھوڑنا پڑا۔ جو عذر کہ حضرت امام ربانی نور اللہ مرقدہٗ کو ۱۳۱۴ھ کے اوائل میں پیش آیا لیکن الحمد للہ کہ درس ظاہری کے انقطاع کے بعد درس روحانی میں شریک ہونے والوں کا اضافہ روز افزوں ہے اور بیش از بیش ہے اور جو وقت کہ پہلے دارالحدیث کی چہار دیواری ہی میں محبوس ہو جایا کرتا تھا۔ اور اب ایک عالم کی تربیت اور تصفیہ قلب و تزکیہ نفس میں خرچ ہو رہا ہے۔

ہنوز آں ابر رحمت دُرفشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

---

[1] قارئین اس تعداد کا موٹا سا تخمینہ اس طرح لگا سکتے ہیں کہ ۱۳۴۱ھ سے لیکر ۱۳۸۸ھ تک کے طلباءِ حدیث کی تعداد سات سو انتالیس ہوتی ہے اور یہ تعداد صرف ان طلباء کی ہے جنہوں نے باقاعدہ مدرسہ میں داخل ہو کر پڑھا۔ مستقلاً سماعت کرنے والے اور دوسرے طبقہ سے شرف تلمذ حاصل کرنے والے ان سے علیحدہ ہیں۔ (شاہد غفرلہ)

مسندِ رُشد وہدایت پر

مظاہر علوم کی ہمیشہ سے ایک خصوصیت رہی ہے جس نے اس کی روحانیت کو ہمیشہ بلند تر رکھا۔ وہ یہ کہ کسی نہ کسی صاحب نسبت ہستی کا اثر ولفوذ اور اس کا فیض مظاہر کی چار دیواری میں ابر نیساں کی طرح ہمیشہ برسا اور ایک عالم کا عالم اس سے لطف اندوز ہوا۔ اور اپنی پیاس بجھائی۔ قطب عالم حضرت امام ربانی نور اللہ مرقدہ کی ذات مبارکہ سے لے کر حضرت اقدس مولانا الحاج خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت مبارکہ تک ایک طویل فہرست آپ کو ایسی ملے گی جس میں اپنے اخیار امت صلحاء و پاکیزہ نفوس مدرسہ پر سایہ فگن رہے۔

حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ اس خصوصیت کا آخری مرکز بن جاتے۔ اگر قسمت یاوری نہ کرتی اور حضرت شیخ زید مجدہٗ کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے پاس نہ پہنچاتی ایک چراغ سے دوسرا چراغ اور ایک مشعل سے دوسری مشعل ہمیشہ روشن ہوتی آئی ہے۔ چنانچہ شوال ۱۳۳۲ھ میں جب حضرت اقدس سہارنپوری حجاز کے لیے طویل قیام کے ارادہ سے تشریف لے جارہے تھے اور بکثرت لوگ بیعت ہورہے تھے تو حضرت شیخ بھی سب کی دیکھا دیکھی بیعت ہونے کے لیے تیار ہوگئے۔ حضرت سے عرض کیا فرمایا جب مغرب کے بعد نوافل سے فارغ ہوجاؤں تو آجانا۔ مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی جو خلافت واجازت سے مشرف ہوچکے تھے۔ انہوں نے بھی تجدید بیعت کی درخواست کررکھی تھی۔ دونوں حضرات وقت مقررہ پر حاضر ہوئے اور بیعت ہوگئے۔ والد محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب اور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب اوپر بیٹھے ہوئے تھے یہ منظر دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے۔ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ نے اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھ کر

دعائیں دیں۔ یہ واقعہ ابتداء کا ہے اس کے بعد حضرت شیخ نے جس طرح کامل طور سے اپنے آپ کو حضرت کے سپرد کیا اور اپنی دماغی اور علمی صلاحیتوں کو حضرت کی خاطر قربان کیا۔ اس کا ایک نمونہ بذل المجہود کی شکل میں آج ہزاروں صفحات پر بکھرا ہوا موجود ہے۔ جس میں حضرت شیخ کو اپنی دماغی صلاحیت، ذہنی ذکاوت اور اپنے بیش قیمت اوقات کا لحظ لحظ اور لمحہ لمحہ اس کی نظر کرنا پڑا۔ خود حضرت اقدس سہارن پوری نے اس کا بارہا اعتراف کیا۔ اور بذل کی موجودہ شکل وصورت کو شیخ کا مرہون منت بتلایا۔ اور اپنے تعلق ومحبت کو بیٹے سے بڑھ کر ثابت کر دکھایا، چنانچہ ایک مرتبہ کسی اجنبی شخص نے دریافت کیا کہ حضرت: یہ مولوی زکریا آپ کے بیٹے ہیں۔ بیساختہ فرمایا اجی بیٹے سے بڑھ کر ہیں۔ مرشد اور مسترشد کے درمیان کا یہ تعلق اور یہ مودت ومحبت اپنا اثر لائے بغیر نہ رہ سکی۔ اُدھر سے جتنا اپنے اس روحانی بیٹے کے لیے محبت وشفقت کا برتاؤ تھا ادھر سے بھی اپنے مرشد ومُربّی کے ساتھ تعلق اور ادب وعظمت کے معاملہ بھی کمی نہ آنے پاتی تھی، طرفین کے اس سلسلہ کے دو چار واقعات بے اختیار لکھنے کو جی چاہتا ہے۔

۱۔ حضرت شیخ کی پہلی شادی آبائی وطن کاندھلہ میں ہوئی۔ تقریب نکاح میں شرکت کرنے کے لیے حضرت اقدس سہارنپوری۔ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلہ گئے۔ وہاں سے واپسی میں حضرت شیخ نے اہلیہ کو لانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ کاندھلہ تو میرا بھی وطن ہے۔ پانچ سات دن یہیں رہ کر سہارنپور لوٹ جاؤں گا۔ اہلیہ کا سہارن پور لانا لے جانا مشکل ہے حضرت قدس سرہٗ نے یہ سُن کر فرمایا: وہ کون ہے انکار کرنے والا، باپ بن کر تو نکاح کرانے کے لیے، میں آیا ہوں۔

(آپ بیتی صفحہ ۱۴ جلد ۴)

۲۔ ایک دفعہ مدرسہ کے ایک طالب علم کا اخراج حضرت قدس سرہ نے طے کیا میں نے مخالفت کی اور عرض کیا کہ اس کے اندر یہ اندیشہ ہے۔ حضرت ناظم صاحب نے اس کی تردید فرمادی، معاً وہی اندیشہ سامنے آگیا۔ حضرت قدس سرہٗ کو بڑا فکر ہوا۔ حضرت ناظم صاحب کو بھی ندامت ہوئی۔ میرے حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہمارے قلندر نے تو پہلے ہی مخالفت کی تھی۔ ہم نے ہی نہ مانا میں نے عرض کیا حضرت فکر نہ فرمائیں دعا توجہ فرمائیں انشاء اللہ یہ اندیشہ جاتا رہے گا۔ اور حضرت کی دُعا و توجہ سے فوری خطرہ جو پیش آیا تھا وہ اسی طرح فوراً دُور ہوگیا۔" (آپ بیتی ص۱۷ جلد ۴)

۳۔ حضرت قدس سرہٗ کا ہندوستان میں بھی اور مدینہ پاک میں بھی بہت کثرت سے یہ معمول تھا کہ جب کبھی کھانے میں یہ سیہ کار شریک ہوتا تو حضرت قدس سرہٗ کوئی بوٹی یا کباب سے مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ مجھے تو کبھی اس کی طرف التفات بھی نہیں ہوا کہ حضرت کی شفقتیں اس سے بہت زائد رہتی تھیں لیکن حضرت رائے پوری نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تجھ پر بڑا رشک آتا ہے کہ جب حضرت تجھے کوئی کھانے کو مرحمت فرماتے تو پہلے اس چیز کو خوب گھورتے ہیں پھر مرحمت فرماتے ہیں۔ کاش مجھے بھی اسی طرح سے گھور کر کوئی کھلاتا۔ اس کے بعد میں نے بھی خیال کیا تو واقعی حضرت اقدس رائے پوری نے صحیح فرمایا تھا۔" (آپ بیتی ص۱۶ جلد ۴)

۴۔ فرمایا کہ میرے والد صاحب کہا کرتے تھے کہ زکریا میرا ادب جوتے کے ڈر سے کرتا ہے اور اپنے حضرت کا ادب دل سے کرتا ہے۔

✣ ✣ ✣

۱۳۴۴ھ میں حضرت اقدس سہارن پوری نور اللہ مرقدہ حجاز تشریف لے گئے حضرت شیخ بھی ہمراہ تھے (تفصیل آگے آرہی ہے) حضرت سہارن پوری کا ہر مرتبہ کا سفر حجاز اس اُمید اور تمنا کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔

کہ شاید اس بار جنت البقیع کی مٹی نصیب ہو جائے چنانچہ ۱۳۴۵ھ کا یہ سفر حج آپ کا آخری سفر ہوا اور آپ ۱۳۴۶ھ میں بقیع میں آسودۂ خاک ہوئے حضرت شیخ کی واپسی حضرت کی حیات میں ہو چکی تھی۔ وہاں سے روانہ ہونے سے پہلے ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ میں حضرت اقدس سہارن پوری نے بڑے اہتمام سے چاروں سلسلوں میں بیعت و ارشاد عطا فرمائی اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ کے برادر اکبر مولانا سید احمد صاحب کو دیا کہ وہ اسے حضرت شیخ کے سر پر باندھ دیں۔ جب وہ عمامہ سر پر باندھا گیا۔ تو شیخ کی شدتِ گریہ کی وجہ سے چیخیں نکل گئیں۔ حضرت بھی آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب اس موقع پر وہیں موجود تھے۔

اور ان کو اس پورے واقعے کی اطلاع تھی۔ ہندوستان میں تشہیر ہو جانے کے خوف سے حضرت شیخ نے ان کے پاؤں پکڑ لیے اور ان سے اس بات کا عہد لینا چاہا کہ وہ ہندوستان پہنچ کر اس کی اطلاع نہ کریں مگر حضرت رائے پوری اس خبر کے اخفا پر تیار نہ ہوئے اور آپ کے ذریعہ سے یہ خبر یہاں پھیلی، پھر بھی حضرت شیخ نے عرصہ تک بیعت لینے سے انکار کر دیا۔ اور جو کوئی اس نیت سے آتا اس کو دوسرے مشائخ سے بیعت کراتے۔ بالآخر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے حکم فرمانے سے اس کا سلسلہ شروع ہوا جس کی تقریب یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت شیخ اعزہ و اقارب سے ملاقات کی غرض سے کاندھلہ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر گھر کی مستورات حضرت مولانا کے سر ہو گئیں۔ کہ آپ شیخ کو حکم فرما دیں کہ وہ ہم سب کو بیعت کریں۔ محلہ کی مسجد میں آدمی بھیج کر حضرت شیخ کو بلایا گیا۔ مکان پہنچ کر حضرت شیخ کو حضرت مولانا کے غصہ کا اندازہ ہوا اور ساتھ ہی یہ منظر بھی

دیکھا کہ سب مستورات جمع ہیں۔ ایک پلنگ پر خود تشریف فرما ہیں۔ دوسرا پلنگ خالی ہے حضرت نے اپنا عمامہ اتار کر اس کا ایک سرا حضرت شیخ کے ہاتھ میں تھمایا اور دوسرا سرا مستورات کو دے دیا۔ کہ اسے پکڑ لو اور تیز لہجہ میں فرمایا ان کو بیعت کر دو۔ ادھر سے کچھ پس و پیش ہوئی تو ڈانٹ کر دوبارہ حکم ملا کہ ان کو جلدی بیعت کر دو۔ یہ حضرت شیخ کی بیعت کرانے کی ابتداء ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے کئی مرتبہ حضرت شیخ زید مجدہٗ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری جہاں انتہاء ہوتی ہے وہاں تم لوگوں کی ابتدا ہوتی ہے، بسا اوقات فرماتے کہ ان چچا بھتیجوں یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور حضرت شیخ مدظلہ کی بات ہی الگ ہوتی ہے ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت گنگوہی کی نسبت حضرت شیخ کی طرف منتقل ہوئی ہے۔

عقد نکاح

حضرت شیخ دام مجدہ العالی نے دو نکاح کیے۔ جن کے مختصر اجمالی حالات یہاں لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کے انتقال پر (جو دس ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ کو ہوا) شیخ کی والدہ محترمہ نے حضرت اقدس سہارن پوری کے پاس پیغام بھیجا کہ میری طبیعت خراب ہے زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اس لیے میں چاہتی ہوں کہ زکریا کا نکاح میرے سامنے ہو جائے تاکہ میرے بعد گھر کھلا رہے۔ اس وقت حضرت شیخ کی نسبت مولانا رؤف الحسن صاحب کی صاحبزادی سے طے ہو چکی تھی؛ چنانچہ حضرت اقدس سہارن پوری نے اسی وقت کاندھلہ کے اعزہ و اقارب کو تقاضا کا خط لکھوایا اور ان لوگوں کا عندیہ معلوم کیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ جیسی حضرت کی رائے ہو وہی کیا جائے گا۔ جو چاہے

تاریخ مقرر فرما دیں۔

مقررہ تاریخ پر حضرت اقدس سہارن پوری، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب وغیرہ اکابر حضرات کاندھلہ پہنچے اور مورخہ ۲۹ صفر ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ کو حضرت اقدس سہارنپوری نے نکاح پڑھایا۔ نکاح کے وقت کسی شخص نے اپنے خاندان کا مہر مثل اسّی ہزار ٹکے ہوتا بتلایا۔ حضرت نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور ڈیڑھ ہزار روپے مہر پر نکاح ہوا۔

۲۔ پہلی اہلیہ محترمہ کا جب انتقال ہوگیا تو حضرت شیخ پر دوسری شادی کے لیے ہر چہار جانب سے تقاضے شروع ہوئے، مگر اپنے علمی اشغال کے پیش نظر وہ ہر آنے والے تقاضہ کو نظر انداز کرتے رہے۔ مگر جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی صاحبزادی کے متعلق فرمایا تو حضرت شیخ انکار نہ کر سکے۔ کیونکہ وہ اگر ایک طرف استاد تھے تو دوسری طرف خود حضرت اقدس سہارنپوری کے اونچے خلفاء میں تھے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ان کے ارشاد کو میں رد نہ کر سکا۔ اور فوراً کہہ دیا کہ پھر نکاح پڑھتے جائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ چونکہ منگنی دوسری جگہ ہے اس لیے الیستمار کی ضرورت ہے۔ میں دہلی پہنچ کر اس کا جواب بھیجوں گا۔ اس گفتگو کی اطلاع حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کو ہوگئی۔ وہ بھی اپنے چند خدام کے ساتھ نکاح میں شرکت کی غرض سہارنپور تشریف لے آئے۔ حضرت شیخ کا خیال تھا کہ وہ آج کی روانگی ملتوی کر دیں۔ اور حضرت رائے پوری کی تشریف بری کے بعد واپس دہلی جائیں۔ اس کی وجہ خود حضرت شیخ کے الفاظ میں یہ تھی کہ ہم لوگوں کو بارات وغیرہ کے قصّہ سے اور زیادہ احتیاط برتنی چاہیئے۔ کہ بہت ہی توغل حد سے زیادہ اسراف ہونے لگا۔ حضرت رائے پوری اس کے جواب میں یہ فرما رہے تھے کہ میں باراتی بن کر نہیں جاؤں گا۔ حضرت (شیخ) کا خادم بن کر جاؤں گا۔ الغرض صبح

دس بجے والی گاڑی سے روانگی طے ہوئی۔ اسٹیشن پہنچ کر دیکھا کہ اسی گاڑی سے حضرت اقدس مدنی ٹانڈہ سے تشریف لا رہے تھے۔

دریافت فرمایا آپ دونوں کیسے اسٹیشن پر آئے ہیں۔ میں نے تو وقت تنگ ہو جانے کی وجہ سے اپنی آمد کا تار نہیں دیا تھا۔ حضرت رائے پوری نے برجستہ کہا "ان حضرت کا نکاح ہو رہا ہے" فرمایا ہمیں خبر بھی نہ کی۔ جواباً حضرت رائے پوری نے فرمایا۔ کہ حضرت میں بھی زبردستی ساتھ ہوں۔ انہوں نے مجھے بھی خبر نہیں کی تھی۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ اسی گاڑی سے چلتا مگر مستورات میرے ہمراہ ہیں۔ لہٰذا میں اگلی گاڑی سے آؤں گا اور یہ پیغام کہلوایا کہ نکاح میں میرا انتظار کیا جائے۔ میں پڑھاؤں گا۔ دہلی پہنچ کر شب جمعہ میں مسجد عبدالرب میں قیام فرما کر اگلے روز جمعہ کو نظام الدین پہنچے۔ بعد نمازِ جمعہ مورخہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۸ جون ۱۹۳۶ء کو مہر فاطمی پر نکاح پڑھا گیا۔ دعوتِ ولیمہ حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی جانب سے راؤ یعقوب علی خان کے زیرِ اہتمام ہوئی۔"

اسفارِ حج

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت شیخ کو کئی مرتبہ زیارت حرمین شریفین کی دولت سے نوازا۔ جس مقام پر پہنچنے کی تمنا میں ہزاروں لوگ اپنی عمریں ختم کر کے زیر زمین پہنچ گئے۔ اس مقام پر حضرت شیخ کی بارہا رسائی ہوئی اور ہر مرتبہ صد ہزار بار برد و صد ہزار بیا کا جذبہ و شوق لے کر واپس لوٹے۔ اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جملہ حجوں کی مختصر سی روداد لکھ دی جائے۔ حضرات قارئین تفصیلی واقفیت کے لیے آپ بیتی نمبر چار کا وہ باب دیکھ لیں جس کا عنوان ہے" باب ششم جملہ حجوں کی تفصیل"

۱۔ سب سے پہلا حج حجۃ الاسلام حضرت شیخ نے ۱۳۲۸ھ میں حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کی معیت میں کیا۔ دو شعبان ۱۳۲۸ھ میں سہارنپور سے روانگی ہوئی۔ قافلہ کے افراد یہ تھے۔ حضرت اقدس سہارنپوری مع اہلیہ محترمہ حضرت مولانا منظور احمد خان صاحب، حاجی مقبول احمد صاحب، حاجی انیس احمد نبہٹوی۔ مولوی محمد اسحاق صاحب بریلوی۔ مولانا لطیف الرحمان صاحب کاندھلوی۔ متولی طفیل احمد صاحب وغیرہ وغیرہ۔ بمبئی پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت کی معیت میں سفر کرنے والے تقریباً دو سو افراد ہو گئے اس تعداد میں جہاز کی روانگی تک مزید اضافہ ہو گیا۔ حضرت اقدس سہارنپوری نے تمام رفقاء کی معیت کے پیش نظر یکے بعد دیگرے دو جہاز چھوڑے کہ ان میں گنجائش تمام رفقاء کو ساتھ لے کر جانے کی نہیں تھی۔ بمبئی پہنچ کر حضرت نے اعلان کر دیا کہ جس شخص کو جس کے ساتھ مناسبت ہو اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے۔ میرے ساتھ کوئی نہیں ہوگا؛ چنانچہ حضرت شیخ مقبول احمد صاحب کے ساتھ شریک طعام ہوئے اور مصارف کی جملہ رقم یکمشت چھ سو روپے ان کے حوالے کر دی اور کہہ دیا کہ مجھے اختتام سفر پر حساب کتاب نہیں چاہیئے۔ میرے ذمہ مزید کچھ بڑھ جائیں تو ضرور لیں اور آپ کی طرف کچھ رہ جائیں تو وہ ابھی معاف ہیں۔ ۲۷ یا ۲۸ شعبان کو جہاز بمبئی سے روانہ ہوا اور بخیر و عافیت جدہ پہنچے۔ یہاں ایک قیام کے بعد مکہ مکرمہ پہنچے۔ رمضان المبارک میں قیام مکہ ہی میں رہا۔ بعد رمضان حضرت نے فرمایا کہ میں تو مدینہ میں طویل قیام کے ارادے سے آیا تھا۔ مگر مولانا محب الدین صاحب منع کرتے ہیں اور حج تک بھی قیام کی اجازت نہیں دیتے اور میری آمدیاں کئی مرتبہ ہو چکی ہے۔ تم لوگ پہلی مرتبہ آئے ہو مدینہ چلے جاؤ۔ چنانچہ تین دن قیام کے ارادہ سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے اور اسی قدر خورد و نوش کا سامان اپنے ہمراہ لیا لیکن مدینہ پہنچ

کہ قافلہ کا ایک اونٹ مرگیا۔ بدو کہتے تھے کہ تم ہمیں روپیہ قرض دے دو ہم اونٹ خرید لیں گے اور مکہ پہنچ کر تمہارا قرضہ اتار دیں گے۔ یہ حضرات کہتے کہ ہم تو اپنے خورد ونوش کے لیے تین دن کا سامان لے کر چلے تھے ہم کہاں سے دیں۔ بالآخر ایک ماہ بعد بدو نے اونٹ کا انتظام کیا اور ان حضرات نے ایک ماہ تک بڑی راحت و آرام سے اپنی زندگی مدینہ میں گزاری اور آخر ذیقعدہ میں مدینہ منورہ سے چل کر بارہ دن میں مکہ پہنچے۔ حج کے بعد ایک ماہ مزید مکہ میں قیام کے بعد محرم کے دوسرے عشرہ میں وہاں سے روانہ ہوئے اور بمبئی پہنچ کر دو تین روز وہاں قیام رہا۔ اور آٹھ صفر ۱۳۳۹ھ میں سہارنپور آمد ہوئی۔

(۲،۳) دوسرا اور تیسرا حج بھی حضرت سہارنپوری کی معیت میں ۱۳۴۴ھ ۱۳۴۵ھ میں ہوا۔ حضرت شیخ کا یہ سفر دفعۃً ہوا پہلے سے اس کے متعلق نہ حضرت سہارنپوری نے کوئی تذکرہ فرمایا اور نہ ہی حضرت شیخ نے۔ مگر بذل المجہود کی تکمیل کی وجہ سے شیخ نے وقت پر اپنا نظام بنایا۔ اور سہارنپور سے ۱۶ ر شوال ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۹ اپریل ۱۹۲۶ء بروز پنجشنبہ کو روانگی ہوئی۔ اسٹیشن پہنچ کر پتہ چلا کہ حضرت اقدس کا وہ بکس جس میں ضروری امانتیں اور رفقاء کے کرائے کی رقمیں تھیں مدرسہ میں رہ گیا۔ جس کو لانے کے لیے حضرت شیخ اور مولانا زکریا صاحب قدوسی بھیجے گئے۔ چونکہ بکس کا خیال عین وقت پر آیا تھا اور اتنا وقت نہیں تھا کہ بکس لاکر باطمینان گاڑی مل جائے۔ اس لیے حضرت شیخ کو یہ گاڑی چھوڑنی پڑی۔ اور اگلے روز اسی گاڑی سے حیدرآباد سے روانہ ہو کر بمبئی پہنچے اور ۷ ر ذیقعدہ کو جدہ کے لیے روانہ ہوئے اکیس کو جدہ پہنچے۔ دو رات وہاں ٹھہرے اور تیئیس تاریخ کو اونٹوں کے ذریعہ مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ اس سفر پر خانہ کعبہ میں بھی داخلہ کی سعادت حاصل کی ۲۶ ر ذی الحجہ چہارشنبہ کو بعد نماز عصر مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے

اور ۸ر محرم الحرام ۱۳۴۵ھ دوشنبہ کو مدینہ منورہ پہنچ کر مدرسہ علوم شرعیہ میں فروکش ہوئے اور ۱۶ر ذیلقعدہ ۱۳۴۵ھ کو وہاں سے روانہ ہو کر ۸ر صفر ۱۳۴۶ھ کو بخیر و عافیت سہارن پور پہنچے اسی سفر میں حضرت اقدس سہارن پوری نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت شیخ زید مجدہٗ کے لیے شیخ الحدیث اور ناظمؒ کا خصوصی عہدہ عطا فرما کر ارباب مظاہر کو تحریر فرمایا کہ وہ حضرت شیخ کی ان صلاحیتوں سے فائدہ اُٹھائیں جو قدرت نے انہیں مرحمت فرمائی ہیں۔ اس سفر میں دو تاریخی واقعے پیش آئے۔ ایک بذل المجہود کا اختتام۔ دوسرے حضرت شیخ کو اجازت و خلافت ملنا۔ ان دونوں کا اجمالی تذکرہ گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ مزید تفصیلات کیلئے آپ بیتی اور تاریخ مظاہر جلد دوم کا مطالعہ کریں۔

۴۔ ۱۳۸۳ھ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے اصرار و تقاضوں پر خدام اور رفقاء کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حج کا عزم فرمایا۔ یہ ایک تاریخی سفر تھا۔ ۲۰ر ذیلعقد مطابق ۲۱ر مارچ ۱۹۶۴ء شنبہ کی صبح کو سہارن پور سے روانہ ہو کر جلال آباد، تھانہ بھون اور جھنجھانہ ہوتے ہوئے بعد مغرب نظام الدین پہنچے، اور ۱۰ر ذیلقعدہ چہارشنبہ کی صبح کو فرنٹیر میل سے بمبئی کے لیے روانہ ہوئے جمعرات کے دن صبح کے وقت بمبئی پہنچے اور حاجی دوست محمد صاحب کے مکان پر قیام کیا۔ ۱۴ر ذیلقعدہ بروز اتوار صبح آٹھ بجے بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی سے چل کر ہندوستانی ڈیڑھ بجے جدہ پہنچے۔ عصر کے بعد جدہ سے چل کر مغرب کے بعد مکہ مکرمہ پہنچے۔ مدرسہ صولتیہ میں نماز ادا فرمائی اور اس کے بعد ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا۔ مکہ مکرمہ میں اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اور حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب فاتح عیسائیت کے دیوان میں قیام رہا۔

۲۷ر ذی الحجہ مطابق ۹ر مئی ۱۹۶۴ء کو شنبہ کی صبح کو مکہ مکرمہ سے چل کر مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ظہر کی نماز بدر میں پڑھی۔ کھانا کھانے کے بعد سب

رفقاء نے آرام کیا۔ بعد عصر شہدائے بدر کے مزارات پر حاضر ہوئے۔ مغرب
و عشا کی نماز مسجد عریش میں پڑھی۔ ۲۸ ذی الحجہ کی صبح کو مدینہ پاک پہنچے
یہاں مدرسہ علوم شرعیہ میں قیام ہوا۔ بیس دن قیام کے بعد یکم صفر ۸۴ھ
مطابق ۱۳ جون ۶۴ء یوم شنبہ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر ظہر کے وقت
جدّہ پہنچے مغرب کی نماز مسجد حدیبیہ میں ادا فرمائی اور عشاء کے وقت مکہ مکرمہ
تشریف لے آئے۔ یہاں سے تبلیغی اجتماعات میں شرکت کی غرض سے ۸ صفر
مطابق ۲۰ جون کی صبح کو طائف کے لیے روانہ ہوئے اور بخیر و عافیت دو گھنٹے
میں پہنچ کر مسجد ابن عباس وغیرہ کے اجتماعات میں شرکت کر کے مورخہ ۱۰ صفر
کی صبح کو مکہ واپسی ہوئی۔ ۲۳ جون کو بعد عصر مکہ سے چل کر عشاء کے قریب
جدہ پہنچے۔ یہاں بھی تبلیغی اجتماعات کی وجہ سے ایک دن قیام رہا۔ ۲۵ جون
کو جدّہ سے بذریعہ طیارہ کراچی آئے۔ اور کراچی، لائل پور، سرگودھا، ڈھڈیاں
اور راولپنڈی میں ٹھہرتے ہوئے ۱۰ جولائی کو صبح لاہور پہنچے ۱۶ جولائی پنجشنبہ کو
لاہور سے بذریعہ طیارہ چل کر ساڑھے تین پر دہلی پالم کے ہوائی اڈہ پر پہنچے
دو تین روز قیام کے بعد ۱۹ جولائی اتوار کی صبح کو کاندھلہ، نیرانہ، دیوبند،
ہوتے ہوئے مغرب کے قریب سہارن پور پہنچے۔

۵۔ اپنے امراض اور اعذار کی کثرت دیکھتے ہوئے اس مرتبہ حضرت شیخ
اس چیز سے بالکل خالی الذہن تھے کہ انہیں اس مرتبہ پھر حاضری کی سعادت
اور دولت سے نوازا جائے گا۔ ادھر اہل تعلق و محبین کا شدید اصرار تھا
کہ حضرت شیخ ضرور تشریف لائیں۔ نہ جانا چونکہ بالکل طے تھا۔ اس لیے
بذریعہ کار، ۷ ذلیقعدہ ۸۶ھ مطابق ۱۸ فروری ۶۷ء کو حضرت شیخ مولانا الحاج
انعام الحسن صاحب، مولانا ہارون صاحب سے الوداعی ملاقات کی غرض سے
دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر احباب کا اصرار تشریف بری پر ہوتا رہا۔
خود حضرت شیخ بھی پیہم اصرار اور مسلسل تقاضوں کی وجہ سے استخارہ کرتے

رہے۔ اس اثنا میں پاسپورٹ گم ہوگیا۔ جس کو وہاں کے احباب نے ڈاکٹر سید محمود وغیرہ کی وساطت سے مختصر مدت میں دوبارہ تیار کرالیا یہ سب انتظامات اور تقاضے تائید غیبی سمجھے گئے اور مورخہ ۱۰ ذیلقعد ۱۲ فروری بروز منگل کو سہارنپور آمد ہونے کی وجہ سے بمبئی روانہ ہو گئے۔ ۲۳ فروری جمعرات کو صبح کو سات بجے کے قریب جدہ پہنچے۔ قدوائی صاحب سفیر ہند نے اپنی خصوصی مراعات کی وجہ سے پہلے ہی اس کا انتظام کر رکھا تھا کہ ان کی کار ہوائی اڈہ تک چلی جائے۔ (جسے بمشکل چند منٹ لگے ہوں گے) قدوائی صاحب کے مکان پر تشریف لاکر کھانا کھایا اور عصر کی نماز مسجد حدیبیہ میں پڑھ کر مغرب کے وقت مکہ مکرمہ پہنچے۔ صولتیہ میں قیام رہا۔ ۱۲ ذی الحجہ کو مغرب سے کچھ قبل مکہ سے جدہ کے لیے آمد ہوئی۔ اس آمد کا مقصد ان تبلیغی اجتماعات میں شرکت کرنا تھی۔ جو یہاں کے معمول کے مطابق سال بسال ہوتے ہیں۔ ۲۴ ذی الحجہ کو منگل کے دن اشراق کے وقت مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہو کر ظہر کے وقت بدر پہنچے۔ اور بدھ کی صبح کو عربی وقت کے مطابق ساڑھے بارہ بجے چل کر تین بجے مدینہ منورہ پہنچے اس مرتبہ حضرت شیخ کا قیام ان کے ایک مخلص مسترشد و مجاز صوفی اقبال صاحب کے مکان پر ہوا۔ گیارہ محرم الحرام مطابق ۲۲ اپریل شنبہ کی صبح کو مدینہ سے چلے۔ مغرب کی نماز راستہ میں پڑھ کر بعد مغرب جدہ پہنچ کر عازم مکہ ہوئے اور عشاء کے ایک گھنٹہ بعد مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت شیخ نے اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس سہارنپوری کی جانب سے عمرہ کیا۔ ۲۶ اپریل چہار شنبہ کی صبح کو مکہ مکرمہ سے چل کر جدہ پہنچے اور اسی روز بذریعہ ہوائی جہاز پاکستانی وقت کے مطابق ایک بجے کراچی کے ہوائی اڈہ پر اترے اور مکی مسجد تشریف لے گئے۔ جمعرات کا سارا دن ملاقات میں گزرا۔ جمعہ کی صبح کو پاکستانی وقت کے مطابق دس بجکر چالیس منٹ پر طیارہ نے اڑان شروع کی اور ہندوستانی وقت کے مطابق

دس بجکر چالیس منٹ پر پالم ہوائی اڈہ پر پہنچے، الوار کے روز میرٹھ اور دیوبند ہوتے ہوئے گیارہ بجنے بخیر وعافیت سہارن پور تشریف لائے"۔

۶۔ چوتھے حج میں ۱۳۹۷ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ مکی و مدنی تبلیغی احباب سے یہ طے کر آئے تھے کہ ہر تیسرے سال حج کے موقعہ پر یہاں آمد ہو گی اور حضرت شیخ بھی ہمراہ ہوا کریں گے۔ اس لیے اس مجوزہ قانون کے مطابق گویا کہ ۱۳۸۹ھ کا حج طے تھا مگر حضرت شیخ اپنے بڑھتے ہوئے ضعف و امراض اور مرکز کی مصالح کی وجہ سے کچھ متامل تھے اور افریقہ کے اہل تعلق کی جانب سے ٹکٹ آجانے کے باوجود پورے طور پر قیام یا روانگی کا فیصلہ نہیں کر پائے تھے اور تقریباً اپنا نہ جانا طے کیے ہوئے تھے۔ اسی بناء پر حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب و مولانا ہارون صاحب ۲۳ر شوال کو رخصتی ملاقات کے لیے سہارن پور آئے اور ۲۵ر شوال کے بعد نماز ظہر دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔ اور یکم فروری کو دہلی سے برلئے حجاز۔ اس دوران میں سعودی عرب میں بڑا زبردست سیلاب آیا۔ بڑی بڑی کاریں، بتوں کی طرح بہتی جارہی تھیں اور تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ بات پیش آئی کہ اس کی وجہ سے حرم مکہ میں ظہر کی نہ عمومی نماز ہوئی اور اذان ہوئی۔ مولانا الحاج سید ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہم نے اس موقعہ پر حضرت شیخ زید مجدہٗ سے حجاز چلنے کی درخواست کی اور اتنی کثرت سے تقاضا کیا کہ حضرت شیخ کو اپنے تعلق و محبت کی بناء پر مولانا علی میاں سے انکار کی ہمت نہ ہوئی اور حضرات نظام الدین کی دلی سے واپسی کے بعد کا نظام بن گیا چنانچہ وہ حضرات چودہ اپریل کو واپس دلی پہنچے۔ تو پانچ صفر ۸۹ھ مطابق ۲۲ اپریل ۶۹ء چہارشنبہ کو حضرت شیخ بارادہ حاضری حجاز سہارنپور سے روانہ ہوئے اور ۸ر صفر ۸۹ھ یوم شنبہ مطابق ۲۶ر اپریل کو نو بجکر بیس منٹ پر دہلی ہوائی اڈہ سے چل کر دس بجکر ۵۵ منٹ پر بمبئی پہنچے۔ قیام حاجی دوست محمد صاحب کی کابو نی

میں ہوا۔ ۲۹ر اپریل سہ شنبہ کو بمبئی سے چل کر ظہر کی نماز کراچی کے ہوائی اڈے پر پڑھی اور روانہ ہو کر مغرب سے قبل جدہ پہنچے۔ مطار کی مسجد میں مغرب کی نماز پڑھ کر حدیبیہ میں عشاء کی نماز ادا فرمائی اور وہاں سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر کھانا کھایا، عمرہ کیا۔ اور صولتیہ میں قیام رہا۔ پندرہ مئی کو مدینہ سے روانہ ہو کر پھر مکہ آئے اور پندرہ دن یہاں قیام کر کے ۲۴ر نومبر کو واپس مدینہ منورہ گئے، یہاں کے ہونے والے تبلیغی اجتماعات میں بھی مسلسل شرکت ہوئی۔ ۷ر شوال مطابق ۱۵ر دسمبر کو مدینہ منورہ سے عازم مکہ مکرمہ ہوئے اور ۲۱ر دسمبر یکشنبہ کو بعد عصر مکہ سے جدہ کے لیے روانہ ہوئے، مغرب کے وقت جدہ پہنچے۔ ۲۲ر دسمبر کی صبح کو سعودی ہوائی جہاز سے دو بجے دوپہر کو کراچی پہنچے، ہوائی اڈہ کی مسجد میں نماز ظہر ادا کر کے مکی مسجد پہنچے۔ یہاں کے قیام کے دوران لاہور، رائے ونڈ، لائلپور اور سرگودھا جیسے اہم مقامات پر تشریف لے گئے۔ ۱۹ر جنوری دو شنبہ کو گیارہ بجے کراچی کے ہوائی اڈہ سے روانہ ہو کر پون بجے پالم کے ہوائی اڈہ پر پہنچے۔ ۲۲ر جنوری مطابق ۱۳ر ذیقعدہ جمعرات کو نظام الدین سے چل کر میرٹھ اور دیوبند ہوتے ہوئے بڑی راحت و عافیت کے ساتھ چار بجے شام کو سہارن پور تشریف لے آئے۔

یہ مختصر سی روداد جملوں جملوں کی لکھ دی گئی ہے۔ اب جبکہ یہ سطور زیر تحریر ہیں۔ حضرت شیخ دام مجدہ العالی ساتویں سفر حج کے لیے تیار ہیں اور ان سطور کی نوشت کے ٹھیک دو روز بعد سفر حجاز کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔ قسمت نے اگر یاوری کی اور حالات مساعد رہے تو انشاء اللہ اس سفر کے حالات بھی قلم بند ہو جائیں گے۔ "لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا"

فرمودات وارشادات

۱۔ فرمایا ہمارے بزرگوں کا مقولہ ہے کہ جو ہماری انتہا کو دیکھے وہ ناکام جو ہماری

ابتداء کو دیکھے وہ کامیاب اس لیے کہ ابتدائی زندگی مجاہدوں میں گزرتی ہے اور آخیر میں فتوحات کے دروازے کھلتے ہیں۔ اگر کوئی ان فتوحات کو دیکھ کر آخری زندگی کو معیار بنائے تو وہ ناکام ہو جائے گا۔

۲۔ فرمایا حدیث میں آیا ہے کہ بہت سے پراگندہ سر، غبار آلود، جن کو دروازوں سے دھکا دے دیا جاتا ہے اگر وہ اللہ پر قسم کھا لیں تو اللہ ان کی قسم کی لاج رکھ لیتا ہے۔ آدمی ریاضت و مجاہدہ سے یہ مقام حاصل کرتا ہے دوسری حدیث میں آیا ہے۔ "لایزال عبادی یتقرب الی بالنوافل" یعنی نوافل کے ذریعے برابر حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔

یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ اس کے بعد آگے کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے بعد ہاتھ پیر سے جو کچھ صادر ہوتا ہے۔ وہ حق تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہوتا ہے اس کے بعد ارشاد فرمایا، اللہ جل شانہ، کا راستہ بہت آسان ہے۔ تجربہ بھی ہے ان لوگوں کو دیکھا بھی ہے۔

یعلم اللہ راہ خدا بیش از دو قدم نیست
یک قدم بر نفس خود نہ دیگرے بر کوئے دوست

۳۔ فرمایا بھائی دیکھو جو کچھ کرو اللہ کی مرضی کے موافق کرو۔ اپنے جی و مرضی کے موافق نہ کرو۔ کچھ کر لو۔ رمضان المبارک میں اس کی مشق کر لو۔ ہمارے بزرگوں میں سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ ملازمت نہ کرو، دوکان نہ کرو۔

۴۔ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ آدمی کے بدن تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ جب آدمی صبح کو صحیح و سالم تندرست اٹھتا ہے۔ تو ہر جوڑ کی صحت و سلامتی کے بدلہ اس کے ذمہ ایک صدقہ (شکرانہ) واجب ہوتا ہے۔ اس حدیث میں آگے یہ مضمون ہے کہ "آدمی اپنی بیوی سے صحبت کرے یہ بھی صدقہ ہے۔" اس روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے

عرض کیا یا رسول اللہ، آدمی اپنی بیوی سے شہوت پوری کرتا ہے۔ اس میں صدقہ ہے۔ صحابہ کرام کو اللہ جل شانہٗ، بہت ہی درجاتِ عالیہ اپنی اور ان کی شایان شان عطا فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سی بات دریافت کر کے امت کے لیے بہت کچھ ذخیرہ چھوڑ گئے۔ حضورؐ نے صحابہ کرامؓ کے اشکال پر یوں فرمایا کہ اگر اس پانی کو بے محل یعنی حرام کاری میں خرچ کرے تو کیا گناہ نہ ہوگا، صحابہ نے عرض کیا ضرور ہوگا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر اگر حرام سے بچنے کی نیت سے اپنی بیوی سے صحبت کرے تو پھر کیوں ثواب نہ ہوگا۔

۵۔ فرمایا میرا تجربہ ہے کہ روزہ سے قوت آتی ہے اور غیر رمضان میں فاقہ سے ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔

۶۔ فرمایا میرے دوستو مالک کے سامنے جھک جاؤ تو ساری چیزیں تمہارے سامنے رک جائیں گی صحابہ کرام کے قصے معلوم ہیں۔ ایک مرتبہ افریقہ کے جنگل میں مسلمانوں کو چھاؤنی ڈالنے کی ضرورت پیش آئی اور ایسے جنگل میں جہاں ہر قسم کے درندے اور موذی جانور بکثرت تھے۔ حضرت عقبہ امیر لشکر چند صحابہ کو ساتھ لے کر ایک جگہ پہنچے اور اعلان کیا۔

ایھا الحشرات والسباع نحن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فارحلوا فانا نازلون فمن وجدناہُ بعد قتلناہ۔"

اے زمین کے اندر رہنے والے جانورو اور درندو۔ ہم صحابہ کی جماعت اس جگہ رہنے کا ارادہ کر رہی ہے۔ اس لیے تم یہاں سے چلے جاؤ، اس کے بعد جس کو ہم پائیں گے قتل کر دیں گے۔ یہ اعلان تھا کہ کوئی بجلی تھی جو ان درندوں اور موذی جانوروں کو ڈرا گئی۔ اور اپنے بچوں کو اٹھا اٹھا کر سب چل دیے۔" (اشاعت)

بوستان میں ایک قصہ ہے کہ ایک بزرگ چیتے پر سوار ہے۔ ایک

شخص نے دیکھا تو ڈر گیا تو اس بزرگ نے کہا ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

۷۔ فرمایا میرے حضرت اقدس سہارنپوری کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وان تعدّوا نعمة الله لا تحصوها۔ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے احسانات کو شمار کرو تو ان کا احصا نہیں کر سکتے یہاں نعمت کو مفرد استعمال کیا گیا کیونکہ ایک نعمت میں بھی بے شمار نعمتیں ہیں۔

۸۔ فرمایا جو کرو اللہ کو راضی کرنے کے لیے کرو۔ اگر کوئی نماز دکھانے کے لیے پڑھے گا کہ لوگ بزرگ سمجھیں تو یہی نماز منہ پر مار دی جائے گی۔ بزمیں چوں سجدہ کردم ززمین ندا برآمد تومرا خراب کردی بسجدہ ریائی اگر یہی سجدہ اللہ کی رضا کے لیے ہو تو بہترین عبادت ہے۔

۹۔ فرمایا حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ آخیر عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے۔ میرے والد صاحب حضرت گنگوہی کے خاص خادم تھے (ایک مرتبہ حضرت امام ربانی نے) والد صاحب سے دریافت کیا۔ مولوی یحییٰ یہاں کون کون ہیں؟ حضرت امام ربانی کو جب کوئی اہم بات فرمانا ہوتی تھی تو یہ سوال کیا کرتے تھے۔ والد صاحب نے عرض کیا کہ میں ہوں اور الیاس۔ اس کے بعد حضرت امام ربانی نے نہایت جوش کے ساتھ فرمایا کہ اللہ کا نام کتنی ہی غفلت سے لیا جائے۔ اثر کیے بغیر نہیں رہتا۔

یہی میری بھی رائے۔ کافر بھی اسی سے مسلمان ہوتا ہے۔ اگر اعتقاد کے ساتھ اس کو پڑھا جائے تو کفر تک دھل جاتا ہے۔ مگر ذاکرین شروع میں اہتمام کرتے ہیں۔ ابتداء میں اچھے حالات پیش آتے ہیں۔ یہ بہت نازک مرحلہ ہے۔ اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔ جب قلب ذکر سے مانوس ہو جاتا ہے۔ تو وہ حالات کم ہو جاتے ہیں۔ اس سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔

۱۰۔ فرمایا غیروں کے لباس وضع قطع سے احتراز کرنا چاہیئے میں اپنے پڑھنے کے زمانے سے دیکھ رہا ہوں کہ ہر فرقہ کے پیشواؤں کا لباس ایک ہی طرح کا ہوتا ہے مسلمان، ہندو اور عیسائی ہر ایک کے پیشواؤں کا لباس لمبا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشیخت کے لیے طویل لباس کو کوئی خاص تعلق ہے۔ البتہ ہم مسلمانوں کو اپنے مشائخ و بزرگوں کے طرز کا اسلامی لباس پہننا چاہیئے۔ میں دس پندرہ سال پہلے جب تک تنگ و چست لباس والوں کو دیکھتا تھا تو میرا فتوی تھا کہ ایسے لوگوں کو پچھلی صف میں کھڑا ہونا چاہیئے۔

۱۱۔ فرمایا جو چیز دل میں جم جاتی ہے۔ اس کا ذکر آسان ہو جاتا ہے ہم نے سنا ہے کہ سینما (دیکھنے) والے دو ٹانگوں پر کھڑے ہو کر صبح کر دیتے ہیں۔ اگر ہم یہ کہیں کہ فلاں بزرگ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے رات بھر تہجد پڑھتے تھے۔ تو لوگ اس پر حیرت کرتے ہیں۔ اصل ذوق و شوق ہے۔

۱۲۔ فرمایا تم لوگ اللہ اللہ کرتے رہو مگر یہاں سے جانے کے بعد اکثر لوگ شکایت لکھتے رہتے ہیں کہ وہاں سے آنے کے بعد اب وہ اثرات نہیں ہے لیکن اگر یہاں کا ماحول اپنے مقام پر قائم کرو تو وہ اثرات باقی رہیں گے۔ یہاں پر ماحول کا اثر ہے۔ معمولات کی پابندی ترقی کا زینہ ہے۔

۱۳۔ فرمایا، جو کچھ آخرت کے بینک میں جمع کرنا ہے۔ جمع کر دو، بد نظری بدکرداری ہر طرح کی معاصی میں علماء اور مشائخ مبتلا ہیں۔ غیبت کو تو ہم لوگ کچھ سمجھتے نہیں۔ اعتدال کا چوتھا باب قابلِ مطالعہ ہے ؎

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!

۱۴۔ فرمایا، یہ تبلیغی کام دینداری پیدا کرنے کے لیے ہے۔"

قصائد

در مدح حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ

وہ شیخ کہ جن کے قدموں سے آباد دلوں کے ویرانے
وہ شیخ کہ جنکی برکت سے ہیں بادۂ حق کے میخانے
وہ شیخ کہ ہیں جو ساقی مے گردش میں جن سے پیمانے
وہ شیخ کہ جن کے بن کر ہم بھولے ہیں جہاں کے افسانے
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے
وہ شیخ کہ جن کو کہتے ہیں ہم مرشد حق ربانی
وہ شیخ کہ جنکو بخشا ہے اللہ نے قلب سمنانی
وہ شیخ کہ جنکو حاصل ہے پاکیزہ نگاہ جیلانی
وہ شیخ کہ جنکی مجلس ہے پُرکیف و مبارک نورانی
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے
ہیں شیخ ہمارے پاک نظر ہیں خندہ جبیں ہیں شیریں سخن
ہیں شیخ ہمارے مہر مبیں ہر نور ہے جن سے صبح وطن
وہ شیخ کہ جن سے مہکا ہے سنت کے حسیں پھولوں کا چمن
وہ شیخ کہ جن کی جنبش لب ہے لعل بدخشاں دُرِّ یمن

ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم ان کی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے

اللہ کے بندوں کو ان سے ایمان کی دولت ملتی ہے
ہو دولت دنیا جس پہ فدا وہ دین کی نعمت ملتی ہے
جس دل پہ نظر فرماتے ہیں اس کو سکینت ملتی ہے
دل عشق کا سودا پاتا ہے سوغات محبت ملتی ہے

ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پہ ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے

وہ شیخ کہ جن کی صحبت سے ہر ذہن مجلا بنتا ہے
وہ شیخ کہ جنکی خدمت سے ہر قلب مصفا بنتا ہے
جو خاک کا ذرہ ہوتا ہے وہ لُولُو لالا بنتا ہے
غافل جو خدا سے ہوتا ہے عاشق وہ خدا کا بنتا ہے

ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم ان کی اداؤں پہ ہیں فدا ہر ایک ادا پہ دیوانے

شاداب ہیں جن کے غنچہ وگل وہ شیخ کا گلشن گلشن ہے
ہیں شیخ کی مجلس مجلس دل وہ اہل یقیں کا مخزن ہے
آغوش محبت شیخ کی ہے نایاب گہر کا معدن ہے
جس شمع پہ نازاں شمعیں ہیں وہ شیخ کی شمع روشن ہے

ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پہ ہیں فدا ہر ایک ادا پہ دیوانے

وہ بزم ہے بزم احسانی جس بزم کے ہیں وہ صدر نشیں
اس بزم کی ہر صبح حسیں اس بزم کی ہے ہر شام حسیں

اس بزم میں آکر پاتا ہے ہر ایک متاع علم و یقیں
اس بزم پہ صدقے حشمت و زر اس بزم پہ صدقے تاج و نگیں
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے
یہ بزم جسمیں شام و سحر رحمت کے فرشتے آتے ہیں
وہ بن کے گھٹائیں رحمت کی اس بزم پہ آکر چھاتے ہیں
وہ ذکر مسلسل سُن سُن کر رحمت کا مینہ برساتے ہیں
ویران دلوں کے صحرا میں پھولوں کا چمن مہکاتے ہیں
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم اُنکی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے
اللہ کرے یہ ساقی رہے مے باقی رہے میخانہ رہے
ساقی کی رہے ہر لطف نظر گردش میں ہر پیمانہ رہے
تا دیر رہے یہ شمع ہدیٰ ہونے کو فدا پروانہ رہے
اور دشت جنوں میں گرم سفر بیتاب دل دیوانہ رہے
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم ان کی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے

۲

ہیں شیخ حقیقت میں اک مرشد ربانی؛
نازاں ہے عمل جن پر وہ عالم حقانی

اعمال ہیں پاکیزہ اخلاق ہیں روحانی
کیا خوب ہے چہرے پر انوار کی تابانی

ہے مجلس پاک ان کی کیا مجلس نورانی
رحمت کی ہے ارزانی برکت کی فراوانی

وہ صحبت بابرکت پُرکیف یقین پرور
کرتی ہے ادا دل کو کیفیّت احسانی!

کرتی ہے اثر ایسا پاکیزہ نظر اُن کی
ذرہ کو بناتی ہے وہ لعل بدخشانی

کیا زہد و قناعت ہے کیا جود و سخاوت ہے
شاہی میں فقیری ہے اور فقر میں سلطانی

جو علم نبوت ہے سینہ میں نہاں اُن کے
اس علم پہ صدقے ہوں شیرازی و خاقانی

لغزش نہ کوئی آئی قدموں میں کبھی اُن کے
طوفان اٹھے اکثر بولہبی و ہامانی!

اس راہ مبارک کے رہبر بھی ہیں راہی بھی
جس راہ کے راہرو تھے شیبانی و شوکانی

میخانۂ عرفاں کے ہیں ساقی مستانہ
جو کر دیں عطا وہ ہے جو پھینکدیں وہ پانی

ہیں میری نگاہوں میں دنیائے تصوف کے
وہ شبلی و جیلانی ملتانی و سمنانی
الحاد کی ظلمت میں وہ نور محمد ہیں
ہیں نور محمد سے ظلمت کدے نورانی
وہ اپنے زمانے کے امداد ہیں اشرف ہیں
سرسبز و نہال ان سے ہے گلشن عرفانی
گلہائے رشیدی میں ہے نکہت و رنگ ان سے
وہ روح گلشانی وہ باد دبستانی!
بستان خلیلی کے وہ جان بہاراں ہیں
ان سے ہے پھلا پھولا ہر گوشۂ بستانی
جذبہ ہے انہیں حاصل محمود کا قاسم کا
ہو جذبۂ آزادی یا جذبۂ ایمانی
وہ صبر و عزیمت میں ہیں مثل حسین احمد
ہے سر پہ وجاہت کا اک تاج سلیمانی
وہ مرد مجاہد ہیں، وہ مرد قلندر ہیں
ہر ضرب کلیمی ہے ہر نکتہ ہے لقمانی
اللہ نے بخشی ہے خوئے اسد اللٰہی
کردار میں عثمانی اخلاق میں سلمانی
ہو حلقۂ درس انکا یا مجلس خاص ان کی
کھلتا ہے چمن جب وہ کرتے ہیں

وہ خلق مجسم ہیں، وہ علم سراپا ہیں!
وہ مہرِ درخشاں ہیں، وہ شمعِ شبستانی
تا دیر رہے سایہ، اس مرشد کامل کا
اللہ سے کرتا ہے ہر لحظہ دعا ثانی

۳

اے کہ تو شیخ الحدیث آقائے من عالی مقام
در نگاہم تو امامِ ملتِ خیر الانام
سرگروہِ اولیاء، سرخیلِ مردانِ خدا
سربراہِ اہلِ دیں منجملہ خاصانِ کرام
نازِ اصحاب حدیث و فقہ و تفسیر و ادب
قدوۂ اہلِ عزیمت فخرِ اسلاف و عظام
اے کہ تو شمع شبستان عمل در راہ حق
اے کہ تو مرد بزرگ و بندہ رب الانام
اے کہ تو در دور حاضر نقطۂ پرکار حق!
خندہ رو، روشن جبیں پاکیزہ دل شیریں کلام
صاحب قلب و نظر علم و عمل مہر و وفا
تو میرا آقا و مرشد من ترا ادنیٰ غلام
من حقیرے بے نوائے خاکپائے آنجناب
غرق ایں دم من شدم در بارۂ عشقت تمام
حال من ابتر شدہ آقائے من تدبیر کن
آہ من ہستم اسیر دام نفس بے لگام
تا دم آخر ترا منت شناسم ہر نفس
گر توجہ می کنی بر حال من از لطف عام
در جناب حق تعالیٰ من دعائے می کنم
رحمت او سایہ گستر بر سر در لا مدام!

۴

ہیں شیخ میرے محبوب و دلبر
مرد مجاہد مرد قلندر !
علم و عمل کے ہیں شیخ پیکر
جاں سے عزیز اور دل سے مؤقر
ان کی نوائیں ان کی ادائیں !!
ہیں خوش سے خوش تر بہتر سے بہتر
دل ہے کشادہ شیریں زباں ہے
روشن جبیں ہے چہرہ منوّر
ہر بول ان کا جادو اثر ہے
مجلس ہے ان کی کیا روح پرور
صحبت میں ان کی تاثیر وہ ہے
بگڑا ہوا دل بنتا ہے اکثر
قدموں میں ان کے ہے کج کلاہی
ٹھوکر پہ ان کے تاج سکندر
ان کے قدم سے صحرا ہے گلشن
ان کی نظر سے کانٹے گل تر
آتا ہے کوئی گر زاغ بن کر !
جاتا ہے بن کر شہباز شہپر
ان کے مصاحب ان کے فدائی
کچھ ہیں کواکب کچھ ماہ و اختر

ان کے ہیں پیر و عاشق خدا کے
ان کی جماعت ہے حق کا لشکر

ہے شغل ان کا شب زندہ داری
ہے ذکر جاری ہر دم لبوں پر

کرتے ہیں جس پر نظر کرم وہ
خوش بخت بنتا ہے وہ لعل و گوہر

اللہ رکھے ان کو سلامت !
تعلیم ان کی ہو عام گھر گھر

ثانیؔ ہے ان کا ناچیز خادم
گرچہ ہے کمتر اور بد سے بدتر

ہے فرق ان میں ارض و سما کا
ثانیؔ ہے قطرہ وہ ہیں سمندر

ہیں شیخ رکھتے کیا شان عالی
اللہ اکبر اللہ اکبر

۵

شیخ فخر دین و ملت نازشِ ملک و وطن
شیخ سے ہے دورِ حاضر میں ہدایت کا چلن
شیخ سے روشن چراغ سنتِ ختم الرسل
شیخ وارث انبیاء کے نائب شاہِ زمن
شیخ سے حاصل ہوئی مردہ دلوں کو زندگی
شیخ کے منت کشاں اہلِ نظر اہلِ سخن
شیخ سے آباد ویرانے ہوئے دل کے تمام
شیخ کے اعلانِ حق سے گونج اٹھے کوہ و دمن
شیخ مردانِ خدا کے قافلہ سالار ہیں!
شیخ دل کی انجمن کے ہیں امیرِ انجمن
شیخ نے شمعیں جلائیں علم دیں کی ہر طرف
شیخ نے جاری کیے عرفان کے گنگ و جمن
شیخ کو کہنا بجا ہے حضرت شیخ الحدیث
شیخ سے علم حدیث پاک کا مہکا چمن
شیخ ہیں نورانی صورت شیخ ہیں پاکیزہ دل
شیخ ہے روشن جبیں شیریں زباں غنچہ دہن
شیخ کی صحبت یقیناً صحبت اکسیر ہے
شیخ کی ہر ہر نظر خورشید کی نوری کرن
شیخ ہیں شیخ المشائخ قطب ملت قطب دیں
شیخ ہیں اس دور کے صدیق و فاروق و حسن

شیخ کا ہے خوشہ چیں ندوہ مظاہر دیوبند
شیخ کا قائل حجاز و سیریا مصر دین

شیخ میرِ صاحبانِ عشق و ہستی درد و سوز!
شیخ شانِ کلیر و اجمیر و دہلی اجودھن

شیخ سے حاصل ہوئی سوغات ذکر اللہ کی
شیخ کے دم سے ہوا ہر خار دل گل پیرہن

شیخ کی ہر جنبش لب دیں کی جھنکار ہے
شیخ کی ہر ہر ادا حق کوش ہے باطل فگن

شیخ کا ثانی نہیں ہے کوئی لاثانی ہے وہ
شیخ کو بخشا خدا نے مردِ حق کا بانکپن

۶

ترا میخانہ ہے میخانۂ عرفان اے ساقی
یہاں پیتے ہیں میکش بادۂ عرفان اے ساقی

پلا مجھ کو بھی جام بادۂ عرفان اے ساقی
ترا مجھ پر بہت ہو گا بہت احسان اے ساقی

تجھے ہے خاص نسبت حضرت ساقی کوثر سے
انہیں کے میکدے سے ہے ترا فیضان اے ساقی

تو ساقی ہے وہی ساقی ہے جسکے فیض کا چرچا
ترے اک جام پر ہوں میکدے قربان اے ساقی

شراب معرفت پیتے ہیں ہر دم سینکڑوں میکش
یہاں پیتے ہیں میکش بادۂ عرفان اے ساقی

ترے ہاتھوں سے ملجائے جو جام معرفت مجھ کو
تو آجائے مجھ ایسے نیمجاں میں جان اے ساقی

بہار جانفزا ہے فصل گل ہے دین و ایمان کی
حسیں شام و سحر ہیں اور مہ رمضان اے ساقی

چلے ہر لمحے دور بادہ گلگون عرفانی
بڑھے ہر لحظہ تیرے میکدے کی شان اے ساقی

الا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا !
شراب معرفت پینے کا ہے ارمان اے ساقی

بدہ ساقی مئے نابم کہ یکدم بے خبر گردم
تیری نظر عنایت پر میں ہوں، قربان اے ساقی
مئے ناب یقین و علم و عرفان چاہیئے مجھ کو
ملے جس سے مجھے اللہ کی پہچان اے ساقی
رہے باقی یہ بزم مئے رہیں جام سبو باقی
بڑھے بڑھتا رہے ہر دم ترا فیضان اے ساقی

۷

حضرت شیخ سے ہے عقیدت سب مجھے
ہے محبت سے بڑھ کر محبت سب مجھے
انکی ہر ہر ادا سے ہے الفت سب مجھے
جان سے ہے عزیز انکی عزت سب مجھے
وہ دلوں کا سکوں اور آنکھوں کا نور!
اُن سے حاصل ہے دل کی سکینت مجھے
میرے استاد بھی ہیں میرے شیخ بھی
حاصل اُنکی ہے شفقت پہ شفقت مجھے
حضرت شیخ ہی کی بدولت ملی
علم و عرفان کی انمول دولت مجھے
انکی محبت میں کچھ دن رہا تو پڑی
اللہ اللہ کہنے کی عادت مجھے!
جب بھی ڈالی محبت کی مجھ پر نظر
مل گئی دین و دُنیا کی دولت مجھے
بخشی مجھ کو انہوں نے متاع یقیں
کی عطا مشعل راہ سنت سب مجھے
جس سے پیدا ہوا میرے دل میں حضور
ان سے حاصل ہوئی ایسی نسبت مجھے
آہ نا آشنائے حقیقت تھا میں
کر دیا آشنائے حقیقت سب مجھے

مرشد کامل ان کو سمجھتا ہوں میں
حد سے بڑھ کر ہے انسے عقیدت مجھے
انکی عظمت میرے دل میں کیونکر نہو
ان سے حاصل ہوئی خیروبرکت ہے مجھے
ہے حقیقت میں لذت میں لذت وہی
ذکر کی جو ملی ان سے لذت مجھے
ان کے احسان کو بھول سکتا نہیں
اسے کہ عرفان حق بخشی عزت مجھے

ان کے دشمن کو دشمن سمجھتا ہوں میں
جو انہیں چاہے اس سے چاہت مجھے

(۰)

صاحبِ علم و فضیلت، حضرتِ شیخ الحدیث
نازشِ دین و شریعت، حضرتِ شیخ الحدیث
سرگروہِ اہلِ دل، اہلِ صفا، اہلِ وفا
سرورِ اہلِ عزیمت، حضرتِ شیخ الحدیث
باعثِ فخرِ جہانِ معرفت انکا وجود
مرجعِ اہلِ مشیخت حضرتِ شیخ الحدیث
سبکو دیتے ہیں متاعِ عشق و مستی و درد و سوز
بانٹتے ہیں دل کی دولت حضرتِ شیخ الحدیث
مرجعِ اصحابِ درس و فقہ و تفسیر و حدیث
قاسمِ علمِ نبوت حضرتِ شیخ الحدیث
گلشنِ عرفان کی بادِ نسیمِ مشکبار
نکہتِ باغِ طریقت حضرت شیخ الحدیث
نقطۂ پرکارِ حق ان کی مبارک ذات ہے
مرکزِ اہلِ خشیت حضرت شیخ الحدیث
خندہ لب روشن جبیں شیریں سخن شیریں قلم
پاک رو پاکیزہ طینت حضرت شیخ الحدیث
جبکی صحبت میں رہے تو زاغ بھی شہپر بنے
شیخ ہیں وہ در حقیقت حضرت شیخ الحدیث
ظلمتوں میں جہل کی کرتے ہیں روشن ہر نفس
مشعلِ علم و فضیلت حضرت شیخ الحدیث
شرق سے تا غرب جنکا سلسلہ مقبول ہے
ہیں وہی شیخ طریقت حضرت شیخ الحدیث

حضرت مفتی الٰہی بخش کے نعم الخلف

دین حق کی شان و شوکت حضرت شیخ الحدیث
ہے گلستان رشیدی جس سے سرسبز و نہال

ہیں وہی باران رحمت حضرت شیخ الحدیث
علم و عرفان خلیلی کے گلستاں کی بہار

گلشن یحییٰ کی نکہت حضرت شیخ الحدیث
ہیں سراپا حسن دیں حسن یقیں حسن عمل

صاحب نور بصیرت حضرت شیخ الحدیث
صاحب عشق و محبت کیف و مستی درد و سوز

پاک صورت نیک سیرت حضرت شیخ الحدیث
ہیں نگاہ اہل دل مردان حق آگاہ میں
قابل صد فخر و عزت حضرت شیخ الحدیث

حضرت مولانا الیاسؒ ۱۹۴۴ء

خاندان کاندھلہ ہے کیا مبارک خاندان
حکمت و دانائی و علم و عمل کا کہکشاں

حضرت مولانا الیاسؒ اک حکیم نکتہ داں
ہیں اسی پاکیزہ خصلت خانداں کے جانِ جاں

جسم نازک ناتواں تھا عزم تھا لیکن جواں
تھی زباں لکنت زدہ ہر دم مگر گوہر فشاں

عابد و زاہد مجاہد دیں حق کے پاسباں
نازش اہلِ یقیں اصحاب دل اہل زباں

ایک عالم ایک مرشد راہ حق کے راہ داں
جن کے دم سے کھل اٹھا دین خدا کا گلستاں

وہ سراپا کیف ہستی درد و سوز و جذب و شوق
صاحب درد نہاں سوز عیاں عشق تپاں

دین کی خاطر تڑپنا مرغ بسمل کی طرح
آہ دل میں آہ لب پر اشک آنکھوں سے رواں

دعوت و تبلیغ کی تحریک کے بانی تھے وہ
شرق سے تا غرب جس کا آج ہے سکہ رواں

کر دیا پیدا وہ جذبہ دعوت و تبلیغ کا
دین حق کے واسطے پھرنے لگے خورد و کلاں

بدلے دل بدلی نگاہیں اور بدلیں صورتیں
بن گئے بد نیک دل اور بد زباں شیریں زباں

جو خدا نا آشنا تھے ہو گئے شب زندہ دار

نور چہروں سے عیاں ماتھوں پہ سجدوں کے نشاں

لاالہٰ کی صدا سے گونج اٹھے دشت و جبل

سر جھکا باطل کا جبکہ اس نے دی حق کی آذاں

مسجدیں ہر ہر جگہ بھرنے لگیں بہر نماز

دیکھنے والوں نے علم و ذکر کا دیکھا سماں

چھوڑ کر اپنے گھروں کے راحت و آرام کو

ہو گئے گرم سفر تبلیغ دیں کے کارواں

ترک لایعنی سے ہر ہر داعی دین مبین

مستحق رحمت داور ہوا دونوں جہاں

اے خدا اس مرد حق پر کھول دے رحمت کے در

کیونکہ تھا یہ جانشین خاتم پیغمبراں

حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلویؒ

حضرت مولانا یوسف پاک رونیک سیر
داعی تبلیغ دیں راہ یقین کے راہبر
جلوت انکی خوب تھی اور خلوت انکی خوب تر
زندگی تھی پاک انکی پاک سے پاکیزہ تر
تھے کریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم!
اہل دیں اہل نظر کے جانِ جاں نورِ نظر
والد ماجد سے ورثہ میں انہیں حاصل ہوا
قلب مضطر چشم تر آہ سحر سوز جگر
رات کو رونا بلکنا دن کو پیہم بولنا
یوں بسر ہوتے تھے ان کے رات دن شام و سحر
تھی زباں انکی دل انکا ذہن انکا وقف دیں
دعوت دیں کے لیے رہتے تھے وہ گرم سفر
راہ مولیٰ میں دیا دل کر دیا جاں کو نثار
گھر لٹایا کر دیا قرباں اپنا مال و زر
وصف انکا خاص تھا محکم یقیں پیہم عمل
انکی نظروں میں خس خاشاک تھے برق و شرر
حق کے کہنے میں کسی سے بھی نہیں ڈرتے تھے وہ
بادشاہ وقت ہو یا صاحب تیغ و تبر
جس سے ہر دل مست ہو ہر آنکھ ہو اشکوں سے تر
وہ یقیں پرور خطابت وہ دعا ماھر اثر

انکی محنت سے ہوا تبلیغ کی گھر گھر چلی
یعنی از ارض مراکش تا بخاک کاشغر
چل کے دیکھو گھوم پھر کر خطۂ میوات میں
انکی دعوت کا اگر تم دیکھنا چاہو اثر
جو اڑا دیتے تھے گردن اک ذرا سی بات پر
ہو گئے سفاک وہ باہم دیگر شیر و شکر
یاد کرتے ہیں انہیں با چشم تر شام سحر
گلستان دعوت تبلیغ کے گلہائے تر!
ہے دعا تجھ سے ہماری ہر نفس شام و سحر
رحم کر تو خوب یارب یوسف گم گشتہ پر

امام عادل وراشد صاحب حلم وحیا شہید مظلوم سفیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی کنیت ابوعمر ابولیلیٰ اور ابوعبداللہ تھی۔ لقب ذوالنورین تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچویں پشت میں جا کر ملتا ہے۔ اس طرح کہ عثمان ابن عفان ابن ابی العاص ابن امیہ ابن عبدالشمس ابن عبدالمناف۔ آپ کی والدہ ماجدہ اُمّ حکیم آنحضرت کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ حضرت ذوالنورین کی ولادت واقعۂ اصحاب فیل سے چھ سال بعد ہوئی۔ آپ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ ثالث ہیں۔ قبول اسلام میں آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ جبکہ خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ یوم چہارشنبہ کو جام شہادت نوش فرمایا تو آپ کا انتخاب عمل میں آیا۔ آپ کا زمانۂ خلافت ۲۴ھ (مطابق نومبر ۶۴۴ء) سے شروع ہوتا ہے آپ نے بارہ سال نیابت نبوی کی خدمت انجام دی۔ آپ کے دورِ خلافت کے آخر میں مخالفین نے یہاں تک زور پکڑا کہ آخر کار آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اور چالیس دن تک کسی قسم کی رسد نہ پہنچنے دی۔ آپ تمام دن روزہ رکھتے اور تلاوت کلام الٰہی میں گزار کر روزہ کھاری پانی سے استعمال کرتے۔ ہر چند آپ کے زرخرید غلاموں اور دیگر مسلمانوں نے چاہا کہ بزور تیغ اس کا فیصلہ کریں مگر آپ کے حلم نے اجازت نہ دی۔ حتیٰ کہ باغی پشتِ دیوار سے مکان میں داخل ہوگئے۔ آپ روزے پر روزہ رکھے ہوئے تلاوت میں مستغرق تھے کہ کنانہ بن بشر نے آبِ تیغ سے ۸۲ برس کی عمر میں

پیمانۂ عمر لبریز کر دیا۔ خون کے قطرے آیۂ شریف فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وھو السمیع العلیم۔ پر گرے وہ کلام مجید اب تک تبرکات سلطنت ترکی میں محفوظ ہے۔ یہ واقعہ ۸ ذی الحجہ ۳۵ھ مطابق ۳۰ جون ۶۶۵ء یوم جمعہ کا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے یعنی حضرت رقیہ اور اُنکے بعد حضرت ام کلثوم آپ کے عقد میں آئیں۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب ذوالنورین مشہور ہوا۔ کلام مجید آپ کے زمانہ میں موجودہ ترتیب سے جمع کیا گیا۔ بلاد دیار میں اس کی نقلیں روانہ ہوئیں۔ قبل اسلام بھی آپ غنی مشہور تھے اور بعد اسلام بھی آپ کی غنا مُسلّم رہی۔ روز قبول اسلام سے آخر وقت تک ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد فرماتے تھے۔ پچیس ہزار روپیہ میں زمین خرید کر کے مسجد نبوی کی توسیع کی[1]۔ ۳۵ ہزار میں چاہ رومہ ایک یہودی سے خرید کر کے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ جیش عسرۃ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے اُس کے لیے تمام سامان حتیٰ کہ گھوڑوں کی لگامیں اور مینخیں بھی اپنے صرف سے بہم کیں۔ زمانۂ قحط میں ایک ہزار راحلہ گیہوں باوجود اس کے کہ تجار مدینہ پانچ گن نفع دے کر خریدنے پر آمادہ تھے مگر آپ نے فی سبیل اللہ تقسیم کر دیے۔ آپ کی چوتھی بیوی ام عمرو کے بطن سے علاوہ اور اولاد اُناث کے ایک صاحبزادہ حضرت ابان تھے۔ جن کی اولاد سے عثمانی شیوخ اب تک موجود ہیں۔ حضرت امام

---

[1] ماخوذ از قاموس المشاہیر صد ۸۱-۸۰ ج ۲ نظامی پریس بدایوں ـــــ نبی مکرم علیہ السلام کے اس عزیز ترین صحابی اور مسلمانوں کے امام عادل کے تفصیلی حالات زندگی میں مختلف زبانوں میں سینکڑوں کتابیں موجود ہیں اُردو میں مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کی ذوالنورین۔ مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری کی سیرت

محی الدین نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں کہ حضرت ابان ابن عثمان سے بڑھ کر حدیث و فقہ کا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ اور اکثر اسماء الرجال کی کتابوں میں حضرت آبان رضی اللہ عنہ اور اُن کے صاحبزادہ حضرت عبدالرحمٰن کا تذکرہ موجود ہے

حاشیہ گزشتہ صفحے کا ــــــــــ

امام مظلوم (۲ حصہ) مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی حضرت عثمان غنی اور دار المصنفین اعظم گڑھ کی خلفاء راشدین کا متعلقہ حصہ قابل قدر ہیں ـــــ ناعاقبت اندیش ول کی طرف سے آپ پر لگائے جانے والے الزامات کے مُسکت جواب مولانا نورالحسن بخاری کی کتاب عادلانہ دفاع، مولانا محمد اسحٰق سندیلوی کی کتاب اظہار حقیقت اور مولانا سراج الحق مچھلی شہری کی کتاب حضرت عثمان کا عدل ملاحظہ فرمائیں۔

امام عادل خلیفۂ راشد سیدنا علی الہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسم مبارک علی کنیت ابوالحسن، ابوتراب ہے لقب مرتضیٰ ہے۔ آپ ابوطالب بن عبدالمطلب کے لڑکے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی ہیں۔ والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں بمقام مکہ معظمہ بروز جمعہ بتاریخ ۱۳ رجب المرجب سال ہجری سے ۲۳ سال قبل یعنی ۵۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ لڑکوں میں سب سے پہلے بعمر ۱۴ سال اسلام قبول کیا۔ علوم ظاہر و باطن میں کامل و اکمل ہوئے صوفیہ کرام کے سلاسل آپ ہی سے شروع ہوتے ہیں۔ واقعۂ ہجرت کے وقت کفار آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کو شہید کر دینے کی فکر میں تھے۔ اُس وقت آپ آنحضرت کے بستر پر چادر اوڑھ کر بلا خوف جان لیٹ گئے اور آنحضرت مدینے کو روانہ ہو گئے۔ اکثر غزوات اسلام میں آپ رسول خدا علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ قلعۂ خیبر ۷ھ بمطابق ۶۲۸ء میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ لڑائی یہودیوں سے ہوئی۔ خیبر میں متعدد مضبوط قلعے بنے ہوئے تھے۔ جن پر مسلمان قابض ہو گئے۔ آخری لڑائی قلعہ قاموس پر ہوئی تھی جس میں ایک قوی ہیکل مہیب صورت پہلوان مرحب نامی حضرت علیؓ کی تلوار سے مارا گیا۔ ہجرت کے تھوڑے دن بعد سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ دختر رسولِ خدا کے ساتھ شادی ہوئی۔ ۳۶ھ مطابق ۶۵۶ء میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ مقرر ہوئے۔ خلفائے اولین کے عہد میں بھی آپ مشیرِ اعلیٰ کے طور پر کام کرتے تھے اور ان کو اپنے مخلصانہ و دانشمندانہ مشوروں سے مدد دیتے تھے۔ جنگ جمل و جنگ صفین جیسی

مشہور لڑائیاں اسی عہد میں واقع ہوئیں ۔ آخری زمانے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بجائے مدینے کے کوفے کو دار الخلافت بنایا وہیں ۴۰ھ میں خارجیوں کی سازش سے عبدالرحمن ابن ملجم نے مسجد کے اندر نمازِ فجر کی حالت میں ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ھ مطابق ۲۲ جنوری ۶۶۱ء کو بروز جمعہ ایک زہریلی تلوار سے سر مبارک کو زخمی کر دیا ۔ کئی روز بعد ۲۱ رمضان المبارک کو اسی زخم کی وجہ سے شہادت پائی ۔ چار سال نو ماہ تین یوم خلافت کی، مہر خلافت میں "الملک للہ" کندہ تھا ۔ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی ۔ مزار مقدس نجف اشرف میں واقع ہے ۔ جناب سیدہ کے بعد اور بھی نکاح کیے ۔ سب بیبیوں سے اٹھارہ لڑکے اور اٹھارہ لڑکیاں پیدا ہوئیں ۔ جناب سیدہ کے بطن سے تین صاحبزادے حضرت حسن ، حضرت حسین اور حضرت محسن پیدا ہوئے ۔ [1]

---

[1] ماخوذ از قاموس المشاہیر ص ۹۱-۹۲ ج ۲
سیدنا حضرت علیؓ کے مزید حالات کے لیے دار المصنفین اعظم گڑھ کی کتاب خلفائے راشدین کا متعلقہ حصہ ملاحظہ فرمائیں ۔ قدیم عربی کتب میں آپ کا تذکرہ نہایت خوبصورتی سے موجود ہے ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا وطن جی تھا جو اصفہان کے قریب ایک قصبہ ہے آپ نے اجتہادی طور پر اکثر مشہور مذاہب کو جانچنے کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ اسلام لانے سے قبل ان کا آبائی مذہب مجوسی تھا۔ وطن سے نکل کر شام نصیبین۔ اموریہ وغیرہ میں عیسائی مذہب کے عالموں کے پاس

اُس مذہب کے مطابق عبادت کرتے رہے۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم مبعوث ہوئے تو اموریہ کے عیسائی پادری کی ہدایت کے مطابق مدینے تشریف لائے اور جو نشانیاں پادری مذکور نے آپؐ کی بتلائیں تھیں وہ سب اس شہر میں موجود پائیں۔ جب نبی کریم علیہ وسلم مبعوث ہونے کے بعد مکہ شریف سے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہ حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ حضرت سلمان فارسی نہایت قوی آدمی تھے۔ غزوہ خندق میں شریک تھے اسی موقعہ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کی اس حجت کو دفع کرنے کے لیے کہ سلمان انصار میں داخل ہیں یا مہاجرین میں؟

فرمایا تھا: "سلمان منا اہل البیت" (سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں)، یہ افضلیت تمام صحابہ کے دلوں میں ہمیشہ نقش رہی۔ وہ مدائن کے امیر مقرر ہو گئے تھے۔ بیت المال سے چار ہزار درم وظیفہ ملتا تھا جس کو غربا پر تقسیم کر دیتے تھے۔ اور خود کھجور کی چٹائیاں بنا کر بسر کرتے تھے۔ وہ بیحد حلیم اور منکسر المزاج قانع رحمدل اور فیاض طبع تھے ۳۳ھ مطابق ۶۵۳ء میں بمقام مدائن وصال ہوا۔[1]

---

[1] ماخوذ از قاموس المشاہیر صہ ۳۰۱۔۳۰۰ ج ۱ مزید حالات کے لیے جناب خواص خان صاحب کی کتاب حضرت سلمان فارسی ملاحظہ فرمائیں۔

امام الصوفیا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

محی الدین لقب غوث اعظم عرف - آپ کے والد ماجد کا نام ابوصالح اور والدہ ماجدہ کا فاطمۂ ثانیہ - آپ حسنی الحسینی سید ہیں - آپ کو خرقہ خلافت اپنے والد سے بھی حاصل تھا اور حضرت ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی خلیفہ تھے - آپ قصبہ جیلان میں جو بغداد سے تین منزل ہے - ۲۹ شعبان ۴۷۰ھ مطابق ۱۰۷۸ء کو پیدا ہوئے - سلسلۂ قادریہ آپ کے نام سے منسوب ہے - آپ صاحبِ کرامات و خوارق عادات تھے تحصیل علوم ظاہری بغداد میں فرمائی آپ جملہ علوم معقول و منقول کے منتہی تھے - آپ کی تصانیف بکثرت ہیں - مگر فقہ میں غنیۃ الطالبین اور تصوف میں بہجۃ الاسرار اور ملفوظات قادری زیادہ مشہور ہیں۔ بہجۃ الاسرار کا ترجمہ زبان اردو میں بھی طبع ہو چکا ہے - آپ کا رجحان طبع نظم عربی و فارسی کی جانب بھی تھا۔

چنانچہ عربی میں قصیدہ غوثیہ اور فارسی میں دیوان مطبوعہ موجود ہے تخلص محی تھا - آپ نہایت خوش اخلاق کشادہ دل اور صادق الوعدہ تھے - وصال شریف ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۶ء میں بعمر ۹۰ سال بمقام بغداد ہوا - آپ کی آخری وصیت یہ تھی کہ اللہ سے ڈرو - اس کی بندگی کرو نہ کسی سے ڈرو نہ امید رکھو - اور اپنی تمام حاجتیں اسی سے طلب کرو - اس کے سوا نہ کسی پر تکیہ کرو نہ اعتماد۔" [۱]

---

[۱] ماخوذ از قاموس المشاہیر صہ ۶۶ ج ۲ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۲۶ء - حضرت شیخ کے مزید حالات کے لیے غنیۃ الطالبین کے ملحقہ حصہ اور دائرۃ المعارف پنجاب یونیورسٹی کا متعلقہ حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ الشیوخ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ

شیخ بن شیخ وجیہ الدین قریشی پیدائش ۵۶۵ھ ۱۱۷۰ء بمقام کروڑ ضلع ملتان۔ نہایت فیاض اور صاحبِ کشف و کرامات تھے۔ بکثرت آپ کے مرید ہوئے۔ تعلیم کے بعد بغداد کا سفر کیا اور سلسلہ سہروردیہ کے سید الطائفہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مرید ہوئے۔ بعدیں ملتان واپس آئے اور بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مخصوص حاضر باشوں میں ہوئے۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں، ۷ نومبر ۱۲۶۶ء مطابق، ۷ صفر ۶۶۵ھ بعمر ۱۰۰ سال قمری بمقام ملتان وفات پائی اور اب تک ہندوستان کے مقدس اولیاء اللہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کے لڑکے شیخ صدر الدین نے بمقام ملتان ۱۳۰۹ء مطابق ۷۰۹ھ میں وفات پائی۔ ان کے نبیرے کا مزار بدایوں میں ہے جن کا نام حاجی جمال الدین عرف قاضی حسام الدین ہے جو اولیائے کبار سے ہیں۔[1]

---

[1] ماخوذ از قاموس المشاہیر ص ۱۳۵ ج ۱ نظامی پریس بدایوں ۱۹۲۶ء
مزید حالات کے لیے محکمہ اوقاف پنجاب لاہور کی کتاب اور دائرۃ المعارف پنجاب یونیورسٹی لاہور کا متعلقہ حصہ قابلِ دید ہے۔

سیّد الصوفیاء حضرت ابوبکر شبلی قدس سرہ

بمقام بغداد ۲۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار صرف اپنے زمانے کے صوفیہ ہی میں نہ تھا۔ بلکہ محدثین کے گروہ میں بھی شامل تھے فقہ مالکی کے مقلد تھے۔ اور سیّد الطائفہ حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و مرید تھے۔ آپ کا اصلی وطن خراسان تھا۔ بغداد میں جمعہ کے روز ۳۱ جولائی ۹۴۶ء مطابق ۲۷ ذی الحجہ ۸۷ سال کی عمر میں وصال ہوُا۔

۱؎ ماخوذ از قاموس المشاہیر ص ۳۹ ج ۱

مزید حالات قدیم صوفیائے کے تذکروں کے علاوہ دائرۃ المعارف پنجاب یونیورسٹی کے متعلقہ حصہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت حاجی نور محمد جھنجھانوی قدس اللہ سرہ العزیز

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ نے جس بزرگ سے کسب فیض کیا ان کا اسم گرامی میاں جی نور محمد ہے۔ جن کے حالات وسوانح پر مولانا نسیم احمد فریدی مرادآبادی نے تفصیل سے لکھا ہے:۔

آپ کی ولادت ۱۲۰۱ھ ۱۷۸۶ء میں ہوئی ــــــ ضلع مظفر نگر کے مشہور قصبہ لوہاری میں آپ بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے اور امام صاحب کی عدم موجودگی میں کبھی کبھار نماز بھی پڑھا دیتے ــــــ اتباع سنت اور تقویٰ کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ آپ تمام شرائط کا لحاظ کر کے بھی سماع سے احتراز فرماتے۔ اور فرماتے کہ حضرات فقہاء کرام نے سماع سننے والے کی اقتدا میں نماز مکروہ لکھی ہے اس لیے میں ایسا نہ کروں گا ــــــ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے تذکرے میں یہ بات موجود ہے کہ خواب میں حضرت نبی کریم علیہ السلام نے حاجی صاحب کا ہاتھ میاں جی کے ہاتھ میں دے دیا تھا ــــــ میاں صاحب قبلہ کو حضرت سید عبدالرحیم فاطمی ولایتی سے اجازت حاصل تھی جبکہ انہوں نے حضرت سید احمد شہید بریلوی قدس سرہ سے بھی بیعت جہاد کی تھی۔

حضرت میاں جی کے متعلق تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی، اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت الامام الشاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز کا مدرسہ رحیمیہ پورے شباب پر تھا۔ شاہ صاحب کے فرزند اور قرآن کریم کے پہلے اردو مترجم شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعلیم شروع کی مولانا شاہ محمد اسحٰق رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی پڑھا ــــــ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے بقول یہ ۱۸۰۶ء کا دور تھا جب میاں

صاحب دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے یہاں حاضر ہوئے تحصیل علم کے ساتھ سلوک کیا۔ تعلیم بھی آپ کا مقصد تھی۔ شاہ صاحب نے مدعا معلوم کیا تو فرمایا۔

"آپ کے خاندان میں منصب ولایت موروثی ہے۔ امید کہ آپ بھی اپنے عظیم المرتبت آباؤ اجداد کی طرح منزل مقصود پر فائز ہوں گے۔ شاہ صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی شاہ عبدالقادر کے سپرد کیا۔ ۱۸۱۳ء میں جبکہ آپ کی عمر ۲۲ سال تھی۔ شاہ عبدالعزیزؒ سے بیعت ہوئے شاہ صاحب کی حسن توجہ تھی اور آپ جوہر قابل تھے خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اور وطن واپس تشریف لائے (نقش حیات و تذکرہ مشائخ دیوبند از مفتی عزیزالرحمن صاحب)

حضرت شاہ صاحب کے بعد طلب صادق نے پھر آرام سے نہ بیٹھنے دیا تو حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی شہید قدس سرہ سے وابستہ ہو گئے ــــ حضرت ولایتی اتنے بڑے انسان تھے کہ شاہ محمد اسحٰق فرماتے۔

اللہ اکبر تمہاری نسبت میں بڑی فراخی ہے اور تم کو اب کچھ احتیاج اکتساب باقی نہیں رہی۔ (انوار محمدی ص۱۴)

حضرت شاہ عبدالرحیم جب حضرت سید احمد شہید سے وابستہ ہوئے تو لوگوں نے پوچھا اس کی وجہ؟ فرمایا کہ سنت کے مطابق صحیح نماز ہم نے سید صاحب کی دیکھی اور ان کی اقتدا میں نماز کی حقیقت نصیب ہوئی۔ (مفہوم)

حضرت شاہ صاحب تو سید صاحب سے وابستہ ہو کر انہی کے ہو رہے حتیٰ کہ سفر جہاد میں صوبہ سرحد کے مقام مردان پر اللہ کو پیارے ہوئے۔

میاں جی نے بھی حضرت سید صاحب سے بیعت کی لیکن بوجوہ سفر میں نہ گئے اغلباً انہیں وہ شہباز طریقت تیار کرنا تھا جس کا نام حاجی امداد اللہ تھا جس نے ۱۸۵۷ء میں سید صاحب کی لوح جہاد کی طرح نو ڈال کر دنیا کو عزیمت و غیرت کا

سبق پڑھایا۔

حضرت میاں جی کے اس خادم پاک باز حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے اپنے شیخ سے جو کچھ حاصل کیا اس کو جس جد وجہد سے پھیلایا اس کا اندازہ حاجی صاحب کے احوال سے ہو سکتا ہے کہ ایک دنیا ان سے استفادہ کرتی نظر آتی ہے ——

حضرت میاں صاحب کے حالات کا نہایت مجملا تذکرہ حضرت محدث اکبر مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کی کتاب "تاریخ مشائخ چشت" کے علاوہ پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی کی کتاب میں بھی ہے جو اسی نام سے دہلی سے مشہور تصنیفی ادارہ ندوۃ المصنفین نے چھاپی ہے۔ من شاء فلیراجع

جُنید زمانہ

مفتی مولانا الٰہی بخش صاحب کاندھلویؒ

سہارنپور، دہلی ریلوے لائن کے وسط میں کاندھلہ نامی قصبہ سرزمین دوآبہ کا وہ اہم ترین قصبہ ہے جس کی کوکھ سے ان گنت علماء و صلحاء نے جنم لیا۔ قدیم تذکروں میں بھی اس قصبہ کے ارباب کمال کا ذکر ملتا ہے لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے سے فیض مسلسل کا ایک ایسا سلسلہ نظر آتا ہے۔ جو آج بھی اپنی بہار دکھلا رہا ہے۔ اسی قصبہ کے نامور عالم مفتی الٰہی بخش صاحب ۱۱۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ جبکہ زندگی کی ۸۳ بہاریں دیکھ کر ۱۲۴۵ھ میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ امام عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کے ممتاز ترین شاگرد تھے۔ شیم الحبیب نامی آپ کا رسالہ ــــ شمائل نبوی میں موجود ہے۔ جو حضور نبی مکرم علیہ السلام سے ان کے عشق و محبت اور سچی عقیدت و وابستگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ بیک وقت علوم عقلیہ و نقلیہ میں اعلیٰ دست گاہ رکھتے تھے۔ آپ کا فتویٰ احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا۔ درس و تصنیف میں ان کا ثانی نہ تھا۔ عربی، فارسی اور اُردو نظم میں ان کی قدرت کو تمام اساتذہ فن تسلیم کرتے ہیں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور عربی قصیدہ بانت سعاد انھوں نے اس طرح مرتب کیا کہ ہر عربی شعر کا ترجمہ عربی فارسی اور اُردو شعر میں کیا۔ عربی و فارسی میں مختلف علوم و فنون پر ان کی چالیس تصانیف موجود ہیں۔ مولانا روم کی مثنوی کا تکملہ مفتی صاحب کا وہ لازوال کارنامہ ہے جس نے رومی کی طرح ان کو بھی زندہ جاوید بنا دیا۔ تکمیل علوم کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز

رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت ہوئے ۔ شاہ صاحب کے انتقال کے بعد آپ کے
خلیفہ امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت ہو گئے حضرت
سید صاحب سے عمر میں آپ ۲۸ سال بڑے تھے لیکن جس درجہ اخلاص و للہیت
کے ساتھ آپ نے استفادہ فرمایا وہ ان کی عظمت کے لیے کافی ہے۔ آپ
کے تفصیلی حالات کے لیے مولانا احتشام الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب
حالات مشائخ کاندھلہ کا مطالعہ فرمائیں ۔

شیخ العرب والعجم

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت حاجی صاحب ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۱۸ء کو اپنی نانہال کے یہاں بمقام نانوتہ پیدا ہوئے۔ آپ اصل میں تھانہ بھون کے رہنے والے تھے اور والد ماجد کا نام حضرت حافظ محمد امین صاحب تھا۔ آپ کا تاریخی نام ظفر احمد ۱۲۳۳ھ ہے۔ والد محترم نے نام "امداد حسین" رکھا تھا لیکن جس شیخ وقت کے حضور وقت کے اکابر علماء نے زانوئے تلمذ طے کرنا تھا۔ اس کا یہ نام اللہ تعالیٰ کو پسند نہ تھا۔ اس لیے سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کے نواسہ وجانشین حضرت شاہ محمد اسحٰق رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام "امداد اللہ" تجویز فرمایا ــــــ نسبی اعتبار سے آپ فاروقی شیخ ہیں اور حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلہ نسبی سے ہی آپ متعلق ہیں۔

حفظ قرآن کے بعد ۱۲۵۰ء میں آپ درسی کتابوں کی طرف متوجہ ہوئے لیکن اللہ رب العزت نے چونکہ آپ کی ذات میں "علم لدنی" کا جمال دکھانا تھا۔ اس لیے تعلیم ادھوری رہ گئی۔ حاجی صاحب خود اپنی تعلیم کے متعلق فرماتے کہ:

> ہم نے گلستان کا ایک باب اور دیباچہ، بوستان کا ایک باب، مفید نامہ اور دستور المبتدی کے کچھ حصے، چند ورق زلیخا کے پڑھے۔ حصن حصین مولوی قلندر صاحب سے پڑھی پھر اوراد و وظائف میں لگ گئے۔

اتنا مختصر کتابی علم، لیکن حال یہ تھا کہ بڑے بڑے علماء آپ سے استفادہ کرتے اور آپ ایسے علوم و معارف بیان کرتے کہ ایک دنیا دنگ رہ جاتی۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے، وہ عالم گر تھے۔" اور فرمایا "کہ میں تو ان کا علم دیکھ کر ان

سے متاثر ہوا اور مرید ہوا۔

جبکہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ "ہمارے پاس الفاظ ہیں ان کے پاس معانی ہیں"۔

بیعت

آپ نے سب سے پہلے حضرت شاہ نصیر الدین دہلوی قدس سرہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی ان سے خرقہ و اجازت حاصل ہوئی۔ اصل آپ کی نسبت حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی قدس سرہ سے مقدر تھی، اس لیے سرکار دو عالم رحمت دو عالم محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں آپ کا ہاتھ میاں جی کے ہاتھ میں دے دیا۔ (امداد المشتاق)

(مرقومات امدادیہ ص۱۳ از ڈاکٹر نثار احمد فاروقی استاد شعبہ عربی، دہلی یونیورسٹی۔ مطبوعہ دہلی ۱۹۷۹ء)

حاجی صاحب کچھ دنوں پریشان رہے آخر اپنے استاد مولانا قلندر صاحب محدث جلال آبادی قدس سرہ کی رہنمائی سے قصبہ لوہاری ضلع منظفر نگر میاں صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ میاں صاحب کو حضرت سید عبدالرحیم ولایتی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اجازت تھی ــــ اتفاق یہ ہے کہ حضرت ولایتی رحمہ اللہ تعالیٰ عظیم المرتبت شیخ ہونے کے باوصف حضرت الامام السید احمد بریلوی قدس سرہ کے وارفتہ تھے ان سے بیعت ہوئے حتیٰ کہ ساتھ سفر میں گئے۔ مردان میں آپ کا مزار ہے ــــ

پھر میاں جی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سید صاحب سے بیعت جہاد کی تھی اور حضرت حاجی صاحب ۴ سال کے تھے، جب سید صاحب نے دوآبہ کا تبلیغی سفر کیا تو آپ کو گود میں لے کر پیار کیا ــــ اوپر نیچے کی یہ نسبتیں بالآخر اس طرح کام آئیں کہ ۱۸۵۷ء میں آپ نے انگریزی فوج سے باقاعدہ جہاد کیا ــــ شاملی کا جہاد تاریخ کا اہم ترین واقعہ ہے جس میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی،

مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت حافظ ضامن شہید جیسے اکابر شریک ہوئے[1]
حاجی صاحب اور ان کے رفقاء کی یلغار اتنی سخت تھی کہ انگریز سپاہ ٹھہر نہ سکی لیکن مجموعی طور پر سارے ملک میں حالات نے پلٹا کھایا۔ سارا ملک انگریز راج کا شکار ہو گیا ـــــ انگریز نے دھوکہ اور فریب سے ملک پر تسلط حاصل کر لے کے بعد دار و گیر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ تو حاجی صاحب سنہ ۱۲۷۶ھ میں مکہ معظمہ ہجرت فرما گئے۔ حضرت حاجی صاحب تھانہ بھون سے کراچی بندرگاہ تک پا پیادہ سفر کیا۔ راستہ میں مختلف جگہ قیام فرمایا، آخر کراچی سے بذریعہ جہاز مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ مکہ معظمہ میں ابتدا میں بڑی عسرت کے ساتھ وقت گزرا، لیکن بعد میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا حتیٰ کہ سنہ ۱۲۹۴ھ سنہ ۱۸۷۷ء میں محلہ حارۃ الباب میں عقیدت مندوں نے ایک مکان خرید کر آپ کی نذر کر دیا جو اب توسیع حرم میں آ چکا ہے۔

تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ تاریخ میں تین مثالیں ایسی ہیں کہ "علم لدنی" کے مالک مشائخ سے وقت کے عظیم علماء وابستہ ہوئے اور ایسے کہ وارفتگی کی حد تک انھوں نے اپنے مشائخ کی خدمت کی ـــــ پہلے بزرگ حضرت شاہ شمس تبریزی قدس سرہ ہیں جن کے لیے مولانا روم کا نام ہی کافی ہے کہ رومی فرماتے ہیں۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　　تا غلام شمس تبریزی نہ شد[2]

---

[1] جہاد شاملی کے متعلق تفصیلات مختلف تذکروں میں موجود ہیں ابھی حال ہی میں حضرت حافظ ضامن شہید قدس سرہ کے خاندان کے ایک صاحب علم و قلم بزرگ جناب ثناء الحق صاحب ایم اے مقیم کراچی نے اس پر ایک کتاب مرتب کی ہے جو عنقریب طبع ہونے والی ہے۔

[2] ملتان میں مدفون رافضی قرامطی شمس سبزواری کو بعض لوگ خلط ملط کر کے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دوسرے حضرت سید احمد شہید بریلوی قدس سرہ ہیں جن کے گھوڑے کی رکاب تھام کر چلنا مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی (شہید فی سبیل اللہ) مولانا عبدالحی بڈھانوی اور اور علمائے صادق پور جیسے لوگ سعادت خیال کرتے ۔ جبکہ تیسرے حضرت حاجی صاحب ہیں جن کے ہزاروں متعلقین ہندوستان کے علاوہ مصر، ترکی، عراق، شام اور سعودی عرب میں تھے ـــــ خلفائے گرامی پر نظر ڈالیں تو حیرت ہوتی ہے کہ وقت کے اکابر علماء اس دیوانے سے فیض یاب ہوئے ۔ مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی ۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی شیخ الحدیث دیوبند، مولانا محمد یوسف تھانوی ۔ (فرزند حضرت ضامن شہید) مولانا محمود حسن (شیخ الہند) مولانا سید حسین احمد مدنی (بعدہ از حضرت گنگوہی) مولانا عبدالرحمٰن کاندھلوی، مولانا محمد حسن پانی پتی، حکیم ضیاالدین انصاری رام پوری، مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی (بعدہ از حضرت گنگوہی) مولانا فیض الحسن ادیب سہارنپوری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمھم اللہ تعالیٰ وغیرہ ـــــ آپ اپنے دو نامور مریدین اور خلفاء مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے بے حد محبت فرماتے ان کے متعلق آپ کا ایک ارشاد نقل ہے جس سے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک بھی متعین ہو جاتا ہے اور بعض حقائق سے ناواقف لوگوں کے پروپیگنڈا کی قلعی کھل جاتی ہے ـــــ آپ کی وصیت فارسی زبان میں ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے ۔

(ماخوذ از شرح فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۳۷-۳۸، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء)

"اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جو شخص اس فقیر سے محبت اور مریدی کا تعلق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) شمس تبریزی (شیخ مولانا روم) کہہ دیتے ہیں جو بالکل غلط ہے ۔ ملتان کے یہ صاحب قرامطی تھے نہایت درجہ غلط عقائد کے حامل ـــــ اور اب جو لوگ وہاں مسلط ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں ۔

رکھتے ہیں وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہٗ کو
جو کہ تمام علوم ظاہری اور باطنی کے کمالات کے جامع ہیں۔ بجائے مجھ
راقم کے بلکہ مجھ سے بہت درجے اوپر شمار کریں، اگرچہ ظاہر میں معاملہ
اس کے الٹ ہو رہا ہے کہ وہ میری جگہ اور میں اُن کی جگہ ہو گیا
ہوں۔ (یعنی وہ مرید اور میں پیر ہوں) ـــــ اور ان کی صحبت کو غنیمت
جانیں کہ اس زمانہ میں ایسے لوگ نایاب ہیں اور بابرکت خدمت سے فیض
حاصل کرنے والے ہوتے رہیں اور سلوک کا طریقہ جو اس رسالہ (ضیاء
القلوب) میں لکھا گیا ہے ان کی نگرانی میں حاصل کریں۔ انشاء اللہ محروم
نہ رہیں گے ـــــ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی عمر میں برکت دیں اور
تمام عرفانی نعمتوں اور اپنے قرب کے کمالات سے مشرف فرمائیں۔
اور اُونچے اُونچے مرتبوں پر پہنچائیں اور ان کی ہدایت کے نور سے سارے
عالم کو نورانی بنا دیں۔ اور قیامت تک ان دونوں کا فیض جاری رکھیں۔

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے تفصیلی حالات کے لیے پروفیسر انوار الحسن
شیرکوٹی مرحوم کی حیات امداد، دہلی یونیورسٹی کے استاد ڈاکٹر نثار احمد فاروقی
کی مرتبہ نقوش حیات امدادیہ۔ حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی کی تاریخ مشائخ
چشت وغیرہ ملاحظہ فرمائیں ـــــ جبکہ سید انور حسین صاحب نفیس رقم
قبلہ کا مختصر رسالہ "احوال شیخ العرب والعجم" بہت قابل قدر رسالہ ہے۔
جو حاجی صاحب قدس سرہٗ کے متعلق سینکڑوں صفحات کا نچوڑ ہے۔ اس عظیم
المرتبت شیخ نے ۸۴ سال تین ماہ ۲۰ یوم کی عمر پائی۔ ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸ اکتوبر
۱۸۹۹ء بدھ کے دن صبح کے وقت انتقال فرمایا۔ مکہ معظمہ کے قدیمی قبرستان جنت المعلیٰ
میں مشہور مجاہد و مناظر بزرگ مولانا رحمت اللہ کیرانوی بانی مدرسہ صولتیہ کے جوار میں
دفن ہوئے دونوں حضرات کے سرہانے ام المؤمنین سیدتنا خدیجہ طاہرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کا مزار مبارک ہے۔

قطب الاقطاب فقیہ امت

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت گنگوہیؒ ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ کو دوشنبہ کے دن گنگوہ[1] میں پیدا ہوئے ان کے والد ماجد مولانا ہدایت احمد اپنے زمانے کے جید عالم تھے۔ وہ دہلی کے حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ سے مجاز تھے۔

حضرت گنگوہی قرآن شریف وطن میں پڑھ کر اپنے ماموں کے پاس کرنال چلے گئے اور ساں سے فارسی کی کتابیں پڑھیں، پھر مولوی محمد بخش رام پوری سے صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی ۱۲۶۱ھ میں دہلی پہنچ کر حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا یہیں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہوا، جو پھر ساری عمر قائم رہا۔ دہلی میں معقولات کی بعض کتابیں مفتی صدر الدین آزردہ[2] سے بھی پڑھیں۔ آخر میں حضرت شاہ عبد الغنی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رہ کر علم حدیث کی تحصیل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رہ کر بیعت کا شرف حاصل کیا، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ

---

[1] گنگوہ ضلع سہارن پور کا قدیم قصبہ ہے جو قدیم ہندوستان کے راجہ گنگ کے نام سے منسوب ہے، یہ سہارن پور سے تقریباً ۲۳ میل بجانب جنوب واقع ہے، مشائخ چشت میں حضرت شیخ عبد القدوسؒ (وفات ۹۴۵ھ ۱۵۳۶ء) کی نسبت سے اس کو تاریخی شہرت حاصل ہے۔

[2] مفتی صدر الدین آزردہ ۱۲۰۴ھ ۱۷۸۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ

سے نے سوانح قاسمی میں لکھا ہے کہ "جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی محمد قاسم صاحب سے اسی زمانے سے ہم سبقی اور دوستی رہی ہے۔ آخر میں حدیث جناب شاہ عبدالغنی صاحبؒ کی خدمت میں پڑھی اور اسی زمانے میں دونوں صاحبوں نے جناب قبلہ حضرت حاجی صاحب امداد اللہ صاحب سے بیعت کی اور سلوک شروع کیا۔" انھوں نے بڑی تیز رفتاری سے سلوک کی منزلیں طے کرلیں، چنانچہ صرف ۴۲ دن کی قلیل مدت میں خلافت سے سرفراز ہوگئے۔ اور گنگوہ واپس آکر حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حجرے[1] کو اپنی قیام گاہ بنایا۔ اس دوران میں مطب ذریعہ معاش رہا۔"

عبدالعزیزؒ شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ محمد اسحٰقؒ سے علوم کی تکمیل کی، دہلی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی جانب سے صدر الصدور اور مفتی کے منصب پر فائز تھے۔ طلبہ کو مکان پر پڑھاتے تھے، ۱۸۵۷ء میں فتویٰ جہاد پر دستخط کرنے کے الزام میں جائداد اور تین لاکھ کی مالیت کا کتب خانہ ضبط ہو گیا۔ کئی مہینوں کی نظربندی کے بعد رہائی پائی اور کچھ جائداد واپس مل گئی۔

عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ آزردہ تخلص تھا۔ انھوں نے دہلی کے قدیم مدرسہ دارالبقاء کو از سرِ نو جاری کیا۔ طلبا کے جملہ مصارف کی خود کفالت کرتے تھے۔

۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء بروز پنجشنبہ وفات پائی۔

[1] حضرت قطب العالم گنگوہیؒ کی خانقاہ کا یہ حجرہ صدیوں سے غیر آباد اور ویران پڑا ہوا تھا، گردشِ زمانہ سے دھوبیوں کے گھوڑوں گدھوں کا مسکن بن گیا تھا۔ حضرت گنگوہیؒ نے حجرے کو غلاظت سے صاف کیا، گندی اور ناپاک مٹی کھود کر اس کی جگہ نئی مٹی ڈالی۔ دیواروں کو لیپا پوتا۔ اسطرح تقریباً تین سو سال کے بعد یہ حجرہ جو (سویں صدی ہجری کے شیخ وقت کی قیام گاہ تھا از سرِ نو آباد ہوا۔)

۱۸۵۷ء میں خانقاہ قدوسی سے مردانہ وار نکل کر انگریزوں کے خلاف صف آرا ہو گئے اور اپنے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ اور دوسرے رفقاء کے ساتھ شاملی کے معرکۂ جہاد میں شامل ہو کر خوب دادِ شجاعت دی۔ جب میدانِ جنگ میں حافظ ضامن شہید ہو کر گرے تو آپ اُن کی نعش اٹھا کر قریب کی مسجد میں لے گئے اور پاس بیٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت شروع کر دی۔

معرکۂ شاملی کے بعد گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا اور اُن کو گرفتار کر کے سہارن پور کی جیل میں بھیج دیا گیا۔ پھر وہاں سے مظفر نگر منتقل کر دیا گیا۔ چھ مہینے جیل میں گزرے وہاں بہت سے قیدی آپ کے معتقد ہو گئے اور جیل خانے میں جماعت کے ساتھ نماز ہونے لگی۔

رہائی کے بعد گنگوہ میں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا۔ ۱۲۹۹ھ میں تیسرے حج کے بعد آپ نے یہ التزام کیا کہ ایک سال کے اندر اندر پوری صحاح ستہ کو ختم کرا دیتے تھے۔ معمول یہ تھا کہ صبح سے ۱۲ بجے تک طلباء کو پڑھاتے تھے۔ آپ کے درس کی شہرت سُن سُن کر طالبانِ حدیث دور دور سے آتے تھے۔ کبھی کبھی اُن کی تعداد ستر اسیؔ تک پہنچ جاتی تھی، جن میں ہندو بیرونِ ہند کے طلباء شامل ہوتے تھے، طلباء کے ساتھ غایت محبت و شفقت سے پیش آتے تھے، درس کی تقریر ایسی ہوتی تھی کہ ایک عامی بھی سمجھ لیتا تھا، آپ کے درسِ حدیث میں ایک خاص خوبی یہ تھی کہ حدیث کے مضمون کو سُن کر اُس پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہو جاتا تھا، جامع ترمذی کی درسی تقریر "الکوکب الدری" شائع ہو چکی ہے، جو مختصر ہونے کے باوجود ترمذی کی نہایت جامع شرح ہے ۱۳۱۴ھ تک آپ کا درس جاری رہا۔ تین سو سے زائد حضرات نے آپ سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی درسِ حدیث میں آپ کے آخری شاگرد حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی تھے۔ آخر میں نزول الماء کی وجہ سے درس بند ہو گیا تھا مگر ارشاد و تلقین اور فتاوی

کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ذکر اللہ کی تحریص و ترغیب پر بڑی توجہ تھی۔ جو لوگ خدمت میں حاضر ہوتے رغبتِ آخرت کا کچھ نہ کچھ حصّہ ضرور لے کر جاتے، اتباعِ سنّت کا غائت اہتمام فرماتے تھے۔

۱۲۹۷ھ میں حضرت نانوتویؒ کی وفات کے بعد دارالعلوم دیوبند کے سرپرست ہوئے، مشکل حالات میں دارالعلوم کی گتھیوں کو سلجھا دینا ان کی ایک بڑی خصوصیت تھی، ۱۳۱۴ھ سے مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کی سرپرستی بھی قبول فرمائی تھی۔

فقہ اور تصوف میں تقریباً ۱۴ کتابیں تصنیف فرمائیں۔

باختلاف روایت ۸، یا ۹، جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء بروز جمعہ اذان جمعہ کے بعد ۷۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے تلامذہ کا ایک وسیع حلقہ ہے جس میں بڑے بڑے نامور علماء شامل ہیں، اسی طرح آپ کے خلفاء کی بھی ایک طویل فہرست ہے۔ آپ کے تفصیلی حالات تذکرۃ الرشید مصنفہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی میں درج ہیں، یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

(ماخوذ از تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۲۵ تا ۱۲۹ ج ۱)

حجۃ الاسلام، قاسم العلوم والخیرات

مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز

بانی دارالعلوم دیوبند

حضرت نانوتوی ولی اللّٰہی خوانِ علم کے آخری خوشہ چینوں میں تھے۔ ۱۲۴۸ھ ۱۸۳۲ء میں آپ کی ولادت ہوئی، سہارنپور کے نواح میں ایک قدیم مردم خیز قصبہ نانوتہ[1] ہے۔ اسی معدن سے یہ جوہرِ فرد نکلا جس کے انوارِ علم نے تیرھویں صدی ہجری کے نصف آخر کی علمی، مذہبی مجالس کو منور و تاباں بنا دیا تھا۔ ابتدائی تعلیم وطن مالوف میں حاصل کی، مکتبی تعلیم کے بعد اُن کو دیوبند پہنچا دیا گیا۔ یہاں کچھ دنوں مولوی مہتاب علی کے مکتب میں پڑھا۔ پھر اپنے نانا کے پاس سہارنپور چلے گئے۔ جو وہاں وکیل تھے۔ سہارنپور میں مولوی نواز سے عربی صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، ۱۲۵۹ھ ۱۸۴۳ء کے آخر میں اُن کو حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی اپنے ہمراہ دہلی لے گئے، وہاں کافیہ شروع کیا۔ اور دوسری کتابیں پڑھیں بعدازاں انھیں دہلی کالج میں داخل کرا دیا گیا، مگر حضرت نانوتوی نے سالانہ امتحان میں شرکت نہیں کی، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی لکھتے ہیں:۔

"والد مرحوم نے مولوی صاحب کو مدرسہ عربی[2] سرکاری میں داخل کیا اور فرمایا کہ' تم اقلیدس خود دیکھ لو اور قواعد حساب کی مشق کرلو، چند روز میں چرچا ہوا کہ مولوی صاحب

---

[1] نانوتہ دیوبند سے جانب مغرب ۱۶ میل کے فاصلے پر ایک قدیم قصبہ ہے۔ یہاں نویں صدی ہجری سے صدیقی شیوخ کا ایک ممتاز خاندان آباد ہے۔ حضرت نانوتوی کا نسبی تعلق اس خاندان سے ہے۔

[2] دہلی کالج جسے حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے مدرسہ عربی (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

سب معمولی مقالے دیکھ چکے ہیں، اور حساب پورا کر لیا ہے، منشی ذکاء اللہ صاحب چند سوال لائے۔ وہ نہایت مشکل تھے۔ اُن کو حل کر لینے پر مولانا کی بہت شہرت ہوئی۔ جب امتحان سالانہ کے دن آئے مولوی صاحب امتحان میں شامل نہ ہوئے اور مدرسہ چھوڑ دیا۔ سب اہلِ مدرسہ کو علی الخصوص ہیڈ ماسٹر صاحب کو جو مدرسہ اول انگریزی تھے نہایت افسوس ہوا۔[۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سرکاری لکھا ہے۔ پہلے یہ مدرسہ غازی الدین کے نام سے موسوم تھا، اسے غازی الدین فیروز جنگ اول (متوفی ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء) نے اپنی وفات سے چند سال قبل بیرون اجمیری دروازہ قائم کیا تھا۔ انتقال کے بعد فیروز جنگ اول کو اسی مدرسہ کے صحن میں دفن کیا گیا تھا۔ ان کی قبر اب تک موجود ہے۔ یہ نظام الملک آصف جاہ اول کے والد تھے۔ سابق ریاست حیدرآباد دکن کا حکمران خاندان اس ہی آصف جاہ اول کی جانب منسوب ہے۔

مدرسہ غازی الدین خاں کی سنگِ سرخ کی دو منزلہ عمارت اُس زمانے کے لحاظ سے بڑی پُرشکوہ اور شاندار تھی۔ ۱۸۲۵ء/۱۲۴۱ھ میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسے دہلی کالج میں تبدیل کر دیا۔ مسٹر جے۔ ایچ ٹیلر اس کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۸۲۸ء میں دہلی کالج میں انگریزی کی کلاس کھولی گئی اور علوم جدیدہ کو نصاب میں شامل کیا گیا۔ اس سے پہلے یہ قدیم مشرقی طرز کا ایک عربی مدرسہ تھا۔

۱۸۴۲ء میں دہلی کو اجمیری دروازہ سے کشمیری دروازے کی ایک بڑی عمارت میں منتقل کر دیا گیا۔ جہاں وہ ۱۸۵۷ء تک جاری رہا، ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ انقلاب میں کالج تباہ ہو گیا۔ اور مسٹر ٹیلر ہلاک ہو گئے۔ وہ تقریباً ۳۰ سال تک دہلی کالج سے منسلک رہے۔

۱۸۹۰ء/۱۳۰۸ھ میں اینگلو عربک کالج کے نام سے مدرسہ غازی الدین خاں دہلی کالج کی عظیم عمارت میں از سرِ نو جاری کیا گیا۔ (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

دہلی کالج میں داخلے سے پہلے مولانا مملوک علیؒ سے منطق و فلسفہ و کلام کی کتابیں میرزاہد، قاضی مبارک، صدرا، شمس بازغہ وغیرہ اُن کے مکان پر پڑھ چکے تھے۔ آخر میں اس حلقہ درس میں حاضر ہوئے جو علوم قرآن و حدیث میں سارے ہندوستان میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مسند علم پر حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ رونق افروز تھے، اُن سے علم حدیث کی تحصیل کی، زمانہ طالب علمی میں ہی ان کی ذہانت علم و فضل اور فہم و فراست کی شہرت عام ہو گئی تھی۔

حضرت مولانا نانوتویؒ کے نامور ہم عصر سر سید مرحوم نے زمانۂ طالب علمی میں اُن کی ذہانت علم و فضل، زہد و تقویٰ اور فہم و فراست کی نسبت اپنے تاثرات کا ان الفاظ میں اظہار کیا ہے:۔

"لوگوں کا خیال تھا کہ بعد جناب مولوی اسحٰق صاحب کے کوئی شخص اُن کی مثل ان تمام صفات میں پیدا ہونے والا نہیں ہے۔ مگر مولوی محمد قاسم صاحبؒ نے اپنی کمال نیکی۔ دینداری اور تقویٰ اور ورع اور مسکینی سے ثابت کر دیا ہے کہ اس دلی کی تعلیم و تربیت کی بدولت مولوی محمد اسحٰق صاحب کی مثل اور شخص کو بھی خدا نے پیدا کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) (ماخوذ واقعات دارالحکومت دہلی جلد دوم مؤلفہ بشیرالدین احمد مطبوعہ شمسی پریس آگرہ ۱۲۳۷ھ ۱۹۱۹ء ص ۵۶۲-۳، ۵) اب چند سال سے یہ کالج ڈاکٹر ذاکر حسین کالج کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہے۔

۲ے سوانح قاسمی ص ۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۳ء ۱۳۱۱ء

یہ ہیڈ ماسٹر کون تھے؟ مولوی عبدالحق اپنی کتاب مرحوم دہلی کالج میں لکھتے ہیں:۔ "مسٹر ٹیلر نے دہلی کالج میں تیس برس تک ہیڈ ماسٹری کی اور دو تین سال تک پرنسپل رہے۔ ص ۱۵۷، مسٹر ٹیلر ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں مارے گئے۔ اُن کی ہیڈ ماسٹری کا آغاز ۱۸۲۵ء ۱۲۴۱ھ سے ہوا حضرت نانوتویؒ بغرض تعلیم ۱۲۵۹ھ ۱۸۴۳ء میں دہلی گئے تھے اس لیے اس وقت یہی ٹیلر ہیڈ ماسٹر ہو سکتے ہیں۔

بہت لوگ زندہ ہیں جنھوں نے مولوی محمد قاسم صاحب کو نہایت کم عمر میں دلی میں تعلیم پاتے دیکھا ہے۔ انھوں نے جناب مولوی مملوک علی صاحب مرحوم سے تمام کتابیں پڑھی تھیں۔ ابتداء ہی سے آثار تقویٰ اور ورع اور نیک بختی اور خدا پرستی کے اُن کے اوضاع اور اطوار سے نمایاں تھے اور یہ شعر اُن کے حق میں بالکل صادق تھا ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی ⁂ می تافت ستارۂ بلندی

زمانۂ تحصیل علم میں جیسے کہ وہ ذہانت اور عالی دماغی اور فہم و فراست میں معروف و مشہور تھے ویسے ہی نیکی اور خدا پرستی میں بھی زباں زد اہلِ فضل و کمال تھے۔ اُن کو جناب مولوی مظفر حسین صاحب کی صحبت نے اتباعِ سنّت پر بہت زیادہ راغب کر دیا تھا اور حاجی امداد اللہؒ کے فیضِ صحبت نے ان کے دل کو ایک نہایت اعلیٰ رتبہ کا دل بنا دیا تھا، خود بھی پابند شریعت و سُنّت تھے اور لوگوں کو بھی پابند شریعت و سُنّت کرنے میں زائد از حد کوشش کرتے تھے، با ایں ہمہ عام مسلمانوں کی بھلائی کا بھی ان کو خیال تھا۔ انہی کی کوشش سے علوم دینیہ کی تعلیم کے لیے نہایت مفید مدرسہ دیوبند میں قائم ہوا، اور ایک نہایت عمدہ مسجد بنائی گئی۔ علاوہ اس کے اور چند مقامات میں بھی اُن کی سعی اور کوشش سے مسلمانی مدرسے قائم ہوئے، وہ کچھ خواہش پیر و مرشد بننے کی نہیں کرتے تھے۔ لیکن ہندوستان میں اور خصوصاً اضلاع شمال و مغرب میں ہزار ہا آدمی اُن کے معتقد تھے اور اُن کو اپنا پیشوا اور مقتدا جانتے تھے۔

مسائل خلافیہ میں بعض لوگ اُن سے ناراض تھے اور بعضوں سے وہ ناراض تھے مگر جہاں تک ہماری سمجھ ہے ہم مولوی محمد قاسم صاحبؒ کے کسی فعل کو خواہ کسی سے ناراضی کا ہو خواہ کسی سے خوشی کا ہو کسی طرح ہوائے نفسانی یا ضد اور عداوت پر محمول نہیں کر سکتے، ان کے تمام کام افعال جس قدر کہ تھے۔ بلاشبہ للّٰہیت اور ثوابِ آخرت کی نظر سے تھے اور جس بات کو وہ حق اور سچ سمجھتے تھے

اُس کی پیروی کرتے تھے۔ اُن کا کسی سے ناراض ہونا صرف خدا کے واسطے تھا اور کسی سے خوش ہونا بھی صرف خدا کے واسطے تھا، کسی شخص کو مولوی محمد قاسمؒ اپنے ذاتی تعلقات کے سبب اچھا یا بُرا نہیں جانتے تھے۔ بلکہ صرف اس خیال سے کہ وہ بُرے کام کرتا ہے یا بُری بات کہتا ہے، خدا کے واسطے جانتے تھے مسئلہ حُبّ اللہ اور بغض فی اللہ کا خاص اُن کے برتاؤ میں تھا۔ ان کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی خصلتیں تھیں، ہم سب دل سے اُن کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہو بلا شبہ نہایت محبت کے لائق ہے۔

اس زمانے میں سب لوگ تسلیم کرتے ہیں اور شاید وہ لوگ بھی جو اُن سے بعض مسائل میں اختلاف کرتے تھے تسلیم کرتے ہوں گے کہ مولوی محمد قاسم اس دنیا میں بے مثل تھے۔ اُن کا پایہ اس زمانے میں شاید معلوماتِ علمی میں شاہ عبدالعزیزؒ سے کچھ کم ہو۔ الّا اور تمام باتوں میں اُن سے بڑھ کر تھا، مسکینی اور نیکی اور سادہ مزاجی میں اگر ان کا پایہ مولوی محمد اسحٰق سے بڑھ کر نہ تھا تو کم بھی نہ تھا در حقیقت فرشتہ سیرت اور ملکوتی خصلت کے شخص تھے اور ایسے شخص کے وجود سے زمانہ کا خالی ہو جانا ان لوگوں کے لیے جو ان کے بعد زندہ ہیں نہایت رنج اور افسوس کا باعث ہے۔[1]

تحصیل علم کے بعد مولانا نانوتویؒ نے ذریعہ معاش کے لیے حضرت مولانا احمد علی محدث[2]

---

[1] مضمون سرسید مرحوم مندرجہ علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۲۴ اپریل ۱۸۸۰ء میں ۷،۶۴ و ۸، ۶۴۸ تفصیل کے لیے دیکھئے راقم سطور کا مضمون "حضرت نانوتوی سرسید کی نظر میں"، مشمولہ سوانح قاسمی جلد سوم۔

[2] حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری ۱۲۲۵ھ ۱۸۱۰ء میں سہارنپور میں پیدا ہوئے، حضرت مولانا مملوک علیؒ اور مولانا وجیہہ الدین سے پڑھا، حدیث کی تحصیل مکہ مکرمہ میں حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ سے اس طرح کی کہ روزانہ فجر

(بقیہ صفحہ پر)

سہارنپوریؒ کے مطبع احمدی دہلی میں اپنے لیے تصحیح کتب کا کام اختیار کیا۔ اسی زمانے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) سے ظہر تک حرم میں بیٹھ کر پہلے احادیث کی نقل کرتے اور ظہر کے بعد عصر تک شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر نقل کی ہوئی احادیث کی سماعت کرتے تھے، حدیث کی تمام کتابیں شاہ صاحبؒ سے اسی طرح سے پڑھیں۔

تعلیم سے فراغت کے بعد ہندوستان واپس آکر حدیث نبوی کے درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ تعلیم و تعلم کے ساتھ ساتھ اپنے مطبع احمدی سے ۱۲۶۵ھ ۱۸۴۸ء میں جامع ترمذی طبع کرائی، ۱۲۷۰ھ ۱۸۵۳ء میں صحیح بخاری اور ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۴ء میں مشکوٰۃ المصابیح کے قلمی نسخوں کو صحیح کر کے نہایت اہتمام کے ساتھ چھپوایا۔ ان کتابوں پر حاشیے لکھے صحیح بخاری کی تصحیح اور تحشیہ میں دس سال صرف ہوئے، ہندوستان میں حدیث کی یہ پہلی کتابیں ہیں جو زیور طبع سے آراستہ ہوئیں۔ ان کی ساری عمر حدیث کے درس اور کتب احادیث کی طباعت میں گزری وہ اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم اور نامور محدث تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ اور علامہ شبلی جیسے یگانہ روزگار علماء ان کے حلقۂ تلمذ میں شامل تھے بقول علامہ شبلی اس زمانے کے اکثر بڑے بڑے علماء احناف ان کے شاگرد تھے۔

محدث سہارنپوری کا ذریعہ معاش پریس اور تجارت کتب تھا۔ دولت علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دنیوی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا۔ عزیزوں اور طلباء پر فیاضی کے ساتھ خرچ کرتے تھے، اخیر عمر میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں طلباء کو تفسیر وحدیث کا درس دیتے تھے، نہایت متواضع، منکسر المزاج اور سیر چشم تھے۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کی ترقی میں اُن کی علمی اور مالی توجہات کا بڑا حصہ ہے، مظاہر علوم سے انھوں نے کبھی معاوضہ نہیں لیا۔

۶، جمادی الاول ۱۲۹۷ھ ۱۸۸۰ء بروز شنبہ سہارنپور میں وفات پائی، عید گاہ کے قریب اپنے آبائی قبرستان میں آسودۂ خواب ہیں۔ (باقی اگلے صفحے پر)

میں حضرت مولانا احمد علیؒ کی فرمائش پر صحیح بخاری کے آخری چند سپاروں کا حاشیہ بھی تحریر فرمایا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی لکھتے ہیں۔

جناب مولوی احمد علی صاحب سہارنپوریؒ نے تحشیہ اور تصحیح بخاری شریف کے پانچ چھ سپارے آخر کے باقی تھے مولوی صاحب کے سپرد کیا۔ مولوی صاحب نے اس کو ایسا لکھا ہے کہ اب دیکھنے والے دیکھیں کہ اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس زمانے میں بعض لوگوں نے کہ مولوی صاحب کے کمال سے آگاہ نہ تھے جناب مولوی احمد علی صاحبؒ کو بطور اعتراض کہا تھا کہ "آپ نے یہ کیا کام کیا آخر کتاب کو ایک نئے آدمی کے سپرد کیا" اس پر مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا تھا کہ "میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ بدون سمجھے بوجھے ایسا کروں" اور پھر مولوی صاحب کا تحشیہ دکھلایا، جب لوگوں نے جانا اور وہ جگہ بخاری میں سب جگہ سے مشکل ہے۔ علی الخصوص تائید مذہبِ حنفیہ کا جو اوّل سے التزام ہے اور اس جگہ امام بخاری نے اعتراض مذہب حنفیہ پر کیے ہیں اور ان کے جواب لکھے معلوم ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ———————————

محدث سہارنپوریؒ کے تفصیلی حالات کے لیے راقم سطور کے مضامین مطبوعہ "برہان" دہلی بابت ماہ نومبر ۱۹۷۲ء سے مراجعت کی جائے۔ سیّد محبوب رضوی۔

ؔ۱ مطبع احمدی دہلی سے کتبِ حدیث کی طبع و اشاعت کا بڑا کام انجام پایا۔ یہ مطبع ہندوستان میں سب سے پہلا مطبع ہے جس میں کتب حدیث طبع ہوئیں۔ چنانچہ ۱۲۶۵ھ ۱۸۴۸ء میں جامع ترمذی ۱۲۷۰ھ ۱۸۵۳ء میں صحیح بخاری اور ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۴ء میں مشکوٰۃ المصابیح نہایت اہتمام سے شائع ہوئیں۔ اس مطبع کو حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے حجاز سے واپس آکر ۱۲۶۳ھ میں قائم کیا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد یہ مطبع میرٹھ منتقل ہوگیا، مطبع احمدی کی چھپی ہوئی صحیح بخاری اور مشکوٰۃ المصابیح کے نسخے راقم سطور نے کتب خانہ دارالعلوم میں دیکھے ہیں، ان کے حواشی کے متعلق میرا خیال ہے کہ یہ خود حضرت محدّث سہارنپوریؒ نے اپنے قلم سے لکھے ہیں البتہ متن حدیث کاتب کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ سید محبوب رضوی

کہ کتنے مشکل ہیں اب جس کا جی چاہے اس جگہ کو دیکھ لے اور سمجھ لے کہ کیسا حاشیہ میں یہ بھی التزام تھا کہ کوئی بات بے سند کتاب کے محض اپنے فہم سے نہ لکھی جائے۔[1]

حضرت نانوتوی ؒ کی کسی سوانح میں اس کی صراحت موجود نہیں ہے کہ انھوں نے تعلیم سے کب فراغت پائی؟ اور صحیح بخاری کی تصحیح اور تحشیہ کا واقعہ کس سن میں پیش آیا؟

سوانح قاسمی سے اجمالی طور پر صرف اتنی بات کا پتہ چلتا ہے کہ مروجہ نصاب کی تحصیل کے بعد انھوں نے مطبع احمدی دہلی میں تصحیح کا کام شروع کر دیا تھا۔ اس عرصے ۱۲۶۷ھ(۱۸۵۱ء) کے اواخر میں حضرت مولانا مملوک علی ؒ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ سوانح قاسمی میں لکھتے ہیں:-

"اس عرصے میں والد مرحوم کا ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۱ء) کو انتقال ہو گیا۔ بعد انتقال والد مرحوم احقر اپنے مکان مملوک میں جا رہا، مولوی صاحب (حضرت مولانا محمد قاسم ؒ) بھی میرے پاس آ رہے۔ کوٹھے پر ایک جھلنگا پڑا ہوا تھا اس پر پڑے رہتے تھے، ایک سال کے قریب بعد انتقال والد مرحوم احقر دہلی رہا۔ پھر اجمیر کی نوکری کے سبب دہلی چھوٹی۔ مولوی صاحب چند روز تنہا اس مکان میں رہے پھر چھاپہ خانہ میں رہے۔ پھر دار البقاء میں چند روز رہے۔ اس زمانے میں جناب مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری ؒ نے تحشیہ اور تصحیح بخاری شریف کی کہ پانچ سپارے آخر کے باقی تھے۔ مولوی صاحب کے سپرد کیا۔"[2]

---

[1] (ماخوذ از تاریخ دار العلوم دیوبند ص ۱۰۲ تا ۱۰۹ ج ۱)
مزید حالات کے لیے سوانح قاسمی ہر سہ حصہ از مولانا مناظر احسن گیلانی۔ سوانح مرتبہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی ملاحظہ فرمائیں۔

[2] سوانح قاسمی ص ۹ مطبوعہ دہلی۔

امام المجاہدین، مجدّد امت شیخ الہند

مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت شیخ الہندؒ دار العلوم کے سب سے پہلے شاگرد ہیں، اُن ہی کی نسبت کہا گیا ہے کہ جس نے سب سے پہلے استاد کے سامنے کتاب کھولی وہ محمود تھا، حضرت شیخ الہندؒ کی پیدائش ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۱ء میں بریلی میں ہوئی جہاں ان کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی رحمہ اللہ تعالیٰ سرکاری محکمۂ تعلیم سے وابستہ تھے، ابتدائی تعلیم اپنے مشہور عالم چچا مولانا مہتاب علی مرحوم سے حاصل کی۔ قدوری اور شرح تہذیب پڑھ رہے تھے کہ دار العلوم کا قیام عمل میں آیا، آپ اس میں داخل ہو گئے، نصابِ دار العلوم کی تکمیل کے بعد حضرت نانوتویؒ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر علمِ حدیث کی تحصیل فرمائی۔ فنون کی بعض اعلیٰ کتابیں والد ماجد سے پڑھیں، ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳ء میں حضرت نانوتویؒ کے کے دستِ مبارک سے دستارِ فضیلت حاصل کی[1] زمانۂ تعلیم ہی میں آپ کا شمار حضرت نانوتویؒ کے ممتاز تلامذہ میں ہوتا تھا۔ اور حضرت نانوتویؒ خاص طور سے شفقت فرماتے تھے، چنانچہ ان کی اعلیٰ علمی اور ذہنی صلاحیتوں کے پیشِ نظر دار العلوم کی مدرسی کے لیے اکابر کی نظرِ انتخاب آپ کے اوپر پڑی۔ اور ۱۲۹۱ھ ۱۸۷۴ء میں مدرس چہارم کی حیثیت سے آپ کا تقرر عمل میں آیا۔ جس سے بتدریج ترقی پاکر ۱۳۰۸ھ ۱۸۹۰ء میں صدارت کے منصب پر

---

[1] روداد دار العلوم ۱۲۹۰ھ ص ۱۰۔

فائز ہوئے ۔

ظاہری علم وفضل کی طرح باطن بھی آراستہ تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خلافت حاصل تھی، دارالعلوم میں صدارتِ تدریس کا مشاہرہ اس وقت ۷۵ روپیہ تھا، مگر آپ نے ۵۰ روپلے سے زیادہ کبھی قبول نہیں فرمائے، بقیہ ۲۵ روپلے دارالعلوم کے چندے میں شامل فرمادیتے تھے۔ آپ کی زبردست علمی شخصیت کے باعث طلباء کی تعداد ۲۰۰ سے بڑھ کر ۶۰۰ تک پہنچ گئی تھی۔ آپ کے زمانے میں ۸۶۰ طلباء نے حدیثِ نبوی سے فراغت حاصل کی۔ حضرت شیخ الہند کے فیض تعلیم نے مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا منصور انصاری، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا سید اصغر حسین دیوبندی، مولانا سید فخرالدین احمد، مولانا محمد اعزاز علی امروہی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہم اللہ جیسے مشاہیر اور نامور علماء کی جماعت تیار کی۔

بہت سے ذی استعداد اور ذہین وذکی طالب علم جو مختلف اساتذہ کی خدمتوں میں استفادہ کرنے کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اپنے شکوک وشبہات کے کافی وشافی جواب پانے کے بعد حضرت مولانا کی زبان سے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کے معانی اور مضامینِ عالیہ سن کر سرِ نیاز خم کرکے معترف ہوتے کہ یہ علم کسی میں نہیں ہے اور ایسا محقق عالم دنیا میں نہیں دیکھا۔

آخر عمر میں جب جنگ طرابلس وبلقان کی وجہ سے مسلمانوں میں ہیجان پھیلا ہوا تھا، حضرت شیخ الہند نے ہندوستان سے برطانوی حکومت کے اقتدار کو ختم کرنے کے لیے ایک اسکیم تیار کی، یہ ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء کا زمانہ تھا، انہوں نے مسلح انقلاب کے ذریعے سے برطانوی گورنمنٹ کا تختہ الٹ دینے کا نقشہ تیار کیا۔ اس کے لیے انہوں نے نہایت منظم طور پر اپنا پروگرام مرتب کیا تھا ان

کے شاگردوں اور رفقاءکار کی ایک بڑی جماعت جو ہندو بیرون ہند کے اکثر ممالک میں پھیلی ہوئی تھی، ان کے مجوزہ پلان کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نہایت سرگرمی اور جاں بازی کے ساتھ کوشاں تھی، شاگردوں میں مولانا عبیداللہ سندھی مولانا محمدمیاں منصورانصاری اور دوسرے بہت سے تلامذہ اس میں شامل تھے، جنہوں نے حضرت شیخ الہندؒ کے سیاسی اور انقلابی پروگرام کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں، اُس وقت عام خیال یہ تھا کہ طاقت کے بغیر ہندوستان سے انگریزوں کا نکلنا ممکن نہیں ہے۔ اس کے لیے سپاہ اور اسلحہ کی ضرورت ہے۔ ان چیزوں کی فراہمی کے لیے افغانستان اور ترکی کا انتخاب کیا گیا۔

حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی مجوزہ اسکیم کو کامیاب بنانے کے لیے پیرانہ سالی کے باوجود ۱۳۳۳ھ ۱۹۱۵ء میں حجاز کا سفر فرمایا۔ وہاں ترکی کے گورنر غالب پاشا اور انور پاشا سے جو اس وقت ترکی کے وزیر جنگ تھے ملاقات فرما کر بعض اہم امور طے کیے آپ حجاز سے براہِ بغداد بلوچستان ہوتے ہوئے سرحد کے آزاد قبائل میں پہنچنا چاہتے تھے کہ اچانک جنگِ عظیم کے دوران میں شریف حسین والیٔ مکہ نے انگریز حکام کے ایما پر آپ کو گرفتار کر کے اُن کے حوالے کر دیا، حضرت شیخ الہند کے ساتھ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ مولانا عزیز گلؒ، حکیم نصرت حسین اور مولانا وحید احمد کی گرفتاری بھی عمل میں آئی۔ آپ کو پہلے مصر اور پھر وہاں سے مالٹا لے جایا گیا۔ جو برطانوی قلمرو میں جنگی مجرموں کے لیے محفوظ ترین مقام سمجھا جاتا تھا، جنگ کے ختم ہونے پر آپ کو ہندوستان آنے کی اجازت ملی اور ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء کو آپ نے ساحلِ بمبئی پر قدم رنجہ فرمایا، مگر مالٹا سے واپسی کے بعد صحت بگڑ چکی تھی اور قویٰ پیرانہ سالی کے باعث نہایت ضعیف ہو گئے تھے، مگر بایں ہمہ آپ نے شدّ و مد کے ساتھ سیاسی کاموں میں حصّہ لیا۔ طبیعت اس

بارِ گراں کی متحمل نہ ہو سکی۔ جب حالت زیادہ تشویشناک ہو گئی تو بغرض علاج ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے یہاں دہلی لے جایا گیا۔ حکیم اجمل خاں بھی شریکِ علاج تھے، مگر وقتِ موعود آچکا تھا۔ ۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ ۱۹۱۲ء کی صبح کو داعئ اجل کو لبیک کہا۔ جنازہ دیوبند لایا گیا۔ اور اگلے روز حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کی قبرِ مبارک کے قریب یہ گنجینۂ فضل و کمالات دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہو گیا[1]

(اس دور کے مشاہیر مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، مولانا ابوالکلام آزاد نواب وقار الملک، ڈاکٹر انصاری، مسیح الملک حکیم اجمل خان رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے حضرات حضرت شیخ الہند کی تحریک سے وابستہ اور ان سے اپنی نسبت پر فخر فرمانے والے تھے ــــ تفصیلی حالات تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد دوم ـ حیات شیخ الہند از میاں سید اصغر حسینؒ۔ تذکرہ شیخ الہند از مولانا عزیز الرحمن بجنوری، اسیر مالٹا از حضرت شیخ الاسلام مدنی اور تحریک ریشمی رومال مرتبہ مولانا سید محمد میاں وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ م)

---

[1] ماخوذ از تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۳۳ تا ۳۶ ج ۲ مطبوعہ دیوبند۔

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

وطنِ مالوف انبہٹہ[1] تھا، ۱۲۶۹ھ ۱۸۵۲ء سالِ ولادت ہے، ان کا سلسلۂ نسب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منتہی ہوتا ہے، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مملوک علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نواسے اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ علیہ کے بھانجے تھے۔ پانچ سال کی عمر میں بزرگ نانا نے بسم اللہ کرائی، قرآن شریف وطن میں پڑھا۔ اردو فارسی کی تعلیم انبہٹہ اور نانوتہ میں حاصل کی، عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے چچا مولوی انصار علی اور والد ماجد مولانا عبداللہ انصاری انبہٹوی رح سے اور کچھ کتابیں اپنے قصبے کے مشہور عالم مولوی سخاوت علی سے پڑھنے کے بعد آپ کو انگریزی پڑھنے کے لیے سرکاری سکول میں داخل کر دیا گیا، اسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تھا۔ یہاں اُن کے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رح رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس

---

[1] انبہٹہ ضلع سہارنپور کا ایک تاریخی قصبہ ہے، یہ سہارن پور کے جنوب میں گنگوہ جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فیروز شاہ تغلق (۷۵۲ھ - ۷۹۰ھ) کے سپہ سالار سعد اللہ بیگ نے ۷۷۲ھ میں اس قصبے کو آباد کیا تھا، انبہٹہ ایک مردم خیز بستی ہے، شیوخ کی آبادی ہے۔ صدیقی، فاروقی اور انصاری خاندان یہاں آباد ہیں۔ گیارہویں صدی ہجری کے اواخر میں مشائخ چشت میں ایک بزرگ شاہ ابوالمعالی رح یہاں اقامت گزیں ہوئے۔ ان کی خانقاہ منبع فیوض وبرکات تھی، ۱۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ حضرت مولانا خلیل احمدؒ شاہ ابوالمعالی رح کی دختری اولاد میں ہیں۔

تھے۔ اس لیے ۱۲۸۵ھ[1] میں آپ کو دارالعلوم میں داخل کر دیا گیا۔ اس وقت آپ کافیہ پڑھتے تھے، دارالعلوم میں شرح تہذیب وغیرہ کتابیں پڑھنے کے بعد مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں چلے گئے۔ وہاں حدیث و تفسیر، فقہ اور عقائد و کلام وغیرہ کی تحصیل کے بعد ۱۲۸۹ھ میں دارالعلوم میں آکر منطق و فلسفہ اور ادب و تاریخ کی اعلیٰ کتابیں پڑھ کر تعلیم سے فراغت حاصل کی دورانِ تعلیم ہی میں ایک سال میں قرآن شریف حفظ کر کے محراب سنائی۔

دارالعلوم دیوبند سے تکمیل علوم کے بعد مظاہر علوم سہارن پور میں مدرس

---

[1] تذکرۃ الخلیل اور تذکرہ مشائخ دیوبند وغیرہ میں ۱۲۸۳ھ میں داخل ہونا بتایا گیا ہے۔ اسی طرح سے اُن کے دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کرنے کی نسبت بھی کچھ نہیں لکھا۔ مگر مولانا رح کو دارالعلوم سے جو سند دی گئی ہے اُس میں مرقوم ہے۔

" مولوی خلیل احمد ساکن انبہٹہ نبیسہ جناب مولانا مولوی مملوک علی صاحب مرحوم ۱۲۸۵ھ میں اس مدرسہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کافیہ پڑھتے تھے۔ قریب ایک سال کے عرصہ میں کتب مفصلۂ ذیل تحصیل کیں، کافیہ شرح ملا جامی، ایساغوجی، قال اقول، میزان منطق، مرقات، شرح تہذیب بعد اس کے بضرورت قربِ وطن مدرسہ سہارن پور میں کتبِ درسیہ حدیث فقہ و تفسیر و اصول و عقائد و معانی و منطق تکمیل کو پہنچائیں، آخر ۱۲۸۹ھ میں پھر مدرسہ میں آکر میر زاہد رسالہ شمس بازغہ، مقامات حریری، دیوان متنبی و حماسہ و تاریخ یمینی میں کچھ پڑھا۔ استعداد درست اور ذہن و ذکا خوب اور مناسبت مناسب ہے۔

اخلاق و اوضاع پسندیدہ اور مزاج سنجیدہ ہے۔ بطور نیابت بعض طلباء کو تعلیم بھی دیتے رہے ہے۔ اب بسبب ضرورتِ معاش مدرسہ کو چھوڑا ۲۳ رجمادی الثانی ۱۲۸۹ھ رجسٹر منقول اسناد جلد اول ص ۵)

ہو گئے، اس زمانے میں بھوپال میں مولوی جمال الدین صاحب مدار المہام تھے، ان کی خواہش تھی کہ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کو ریاست میں گراں قدر مشاہرے پر جگہ دیں، مگر مولاناؒ نے دار العلوم کو چھوڑنا پسند نہیں فرمایا۔ بعد میں مدار المہام صاحب کے اصرار پر ۱۲۹۳ھ میں مولانا خلیل احمد صاحب کو وہاں بھیج دیا گیا۔ مگر آپ کا بھوپال میں دل نہیں لگا۔ اور چند ماہ کے بعد حج کے لیے چلے گئے۔ واپسی کے بعد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نانوتویؒ نے ان کو بہاول پور بھیج دیا۔ ۱۲۹۷ھ میں انھوں نے دوبارہ حج کیا۔ اس موقع پر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جنسے آپ کو شرفِ بیعت حاصل تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو لکھا کہ مولوی خلیل احمد حاضرِ خدمت ہو رہے ہیں۔ آپ ان کی حالت پر مطلع ہو کر مسرور ہوں گے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے جب آپ کی باطنی حالت دیکھی تو بہت خوش ہوئے اور سر سے دستار اتار کر آپ کے سر پر رکھ دی اور اسی کے ساتھ اپنی جانب سے تحریری خلافت عطا فرمائی۔ لعد میں اس اجازت نامہ پر حضرت گنگوہیؒ نے بھی دستخط فرمائے۔

حج سے واپسی کے بعد حضرت گنگوہیؒ نے ان کو مدرسہ مصباح العلوم بریلی کا صدر مدرس مقرر فرمایا۔ ۱۳۰۸ھ میں آپ کو دار العلوم دیوبند میں مدرس مقرر کیا۔ گیا۔ ۱۳۱۴ھ میں یہاں سے بحیثیت صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں تشریف لے گئے۔ ۱۳۲۵ھ میں ان کو مظاہر علوم کا ناظم منتخب کیا گیا اور آخر عمر میں ۱۳۴۴ھ میں بقصدِ ہجرت مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے۔

آپ کو اگرچہ تمام علوم متداولہ میں مہارتِ تامہ حاصل تھی، لیکن حدیث سے بہت زیادہ شغف تھا، اسی شغف کے سبب سے آپ نے ابوداؤد کی شرح فرمائی جو بذل المجہود کے نام سے پانچ جلدوں میں طبع ہوئی ہے بذل المجہود علم حدیث میں آپ کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، بذل المجہود کا آغاز ۱۳۳۵ھ میں سہارنپور میں ہوا تھا اور ۱۳۴۵ھ میں

مدینہ منورہ میں اختتام کو پہنچا، اور اسی کے ساتھ آپ کی عمر کا پیمانہ بھی لبریز ہوگیا۔ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو بمرض فالج مدینہ منورہ میں وفات پائی، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوار میں محو خواب ہیں[1]

---

[1] ماخوذ از تاریخ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۳۱ تا ص ۱۳۳ ــــ تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں، تذکرۃ الخلیل از مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، تاریخ مشائخ چشت از حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی اور حیات خلیل از مولانا محمد رابع حسنی وغیرہ۔

شیخ الاسلام

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مدنیؒ کا وطن موضع اللہ داد پور ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے، ۱۹ ر شوال ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء کو ضلع اناؤ کے ایک قصبہ بانگر مئو میں جہاں آپ کے والد ماجد سید حبیب اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ حضرت اویسؒ زمانہ مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہ ہیڈ ماسٹر تھے پیدا ہوئے۔ ۲۹ پشت پیشتر آپ کا خاندان ہندوستان آیا تھا، اپنے علم و تقویٰ کے لحاظ سے سادات کا یہ خاندان ہمیشہ ایک خاص عظمت اور شاہی زمانے میں ایک بڑی جاگیر کا مالک رہا ہے۔

ابتدائی تعلیم پرائمری اسکول میں حاصل کرنے کے بعد بعمر ۱۲ سال ۱۳۰۹ھ ۱۸۹۱ء آپ دیوبند تشریف لائے، ابتدائی درجہ میں داخلہ لیا یہاں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاص شفقت و عنایت سے آپ کی تعلیم و تربیت فرمائی ۱۳۱۵ھ میں دارالعلوم کے نصاب کی تکمیل کی، سات سال یہاں کے علمی ماحول میں گزارنے کے بعد جب وطن مالوف تشریف لے گئے تو والد ماجد شوق ہجرت میں مدینۃ الرسول کے لیے رخت سفر باندھ چکے تھے۔ آپ بھی والدین کے ہمراہ روانہ ہو گئے، روانگی حجاز سے قبل آپ حضرت گنگوہی سے بیعت ہو چکے تھے، مکہ مکرمہ میں پیر و مرشد کی ہدایت کے بموجب کچھ عرصہ تک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ سرہ سے کسب فیض کیا بعد ازاں مدینہ منورہ میں والد ماجد کے ساتھ مقیم ہو گئے۔ ہر چند آپ نے ہندوستان سے ہجرت کا قصد نہیں فرمایا تھا۔ تاہم والد صاحب کی حیات تک آغوش پدری کو چھوڑ کر ہندوستان واپس

انا پسند نہیں فرمایا۔

قیام مدینہ کے زمانے میں تقریباً چودہ سال تک مسجدِ نبوی میں درسِ حدیث کی خدمت تنگی اور عسرت کے باوجود توکلاً علی اللہ انجام دی، عموماً روزانہ ۱۲-۱۲ گھنٹے تک مسلسل درس وتدریس کا مشغلہ جاری رہتا تھا، مختلف جماعتیں یکے بعد دیگرے حاضر ہو کر آپ کے فیضانِ علمی سے سیراب ہوتی تھیں، مسجدِ نبوی میں آپ کا درسِ حدیث وہاں کے تمام شیوخِ حدیث سے زیادہ پسندیدہ اور مقبول تھا اور اس کی شہرت نے مختلف اسلامی ممالک کے طالبانِ علم کی ایک بڑی تعداد کو آپ کے گرد جمع کر دیا تھا، حجاز کی مقدس سرزمین اور خاص مسجدِ نبوی میں ایک ہندوستانی عالم کی جانب اس قدر کشش اور قبولِ عام کا باعث آپ کے طریقِ درس کی اُس خصوصیت کو سمجھنا چاہیئے جو آپ کو دارالعلوم کے اساتذہ سے ورثے میں ملی تھی۔

آپ بھی حضرت شیخ الہندؒ کے اُن رفقاء میں شامل تھے، جن کو حجاز میں گرفتار کیا گیا تھا۔ چنانچہ ساڑھے چار سال تک آپ کو بھی مالٹا میں جنگی قیدی کی حیثیت سے رہنا پڑا۔ ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء میں جب مالٹا سے رہائی ہوئی تو آپ حضرت شیخ الہندؒ کی معیت میں ہندوستان تشریف لائے۔ مالٹا سے واپسی کا زمانہ تحریکِ خلافت کے آغاز کا زمانہ تھا۔ آپ یہاں پہنچ کر حضرت شیخ الہندؒ کی قیادت میں ملک کی سیاست میں شریک ہو گئے، اُس زمانے کی مجاہدانہ اور سرفروشانہ قربانیوں نے مسلمانوں کے دلوں کو آپ کی عظمت ومحبت سے لبریز کر دیا تھا، حضرت شیخ الہندؒ کی وفات پر متفقہ طور سے آپ کو اُن کا جانشین تسلیم کر لیا گیا[1] سیاسی کاموں میں شرکت وانہماک کے باعث آپ

---

[1] آپ کے معاصر اور دیوبند کے مادرزاد ولی حضرت میاں اصغر حسین صاحب قدس سرہ نے اپنی کتاب "حیات شیخ الہندؒ" میں لکھا ہے کہ مولانا مدنی کو استاد مرحوم

کو متعدد مرتبہ کئی کئی سال تک جیل میں بھی رہنا پڑا، اور ملک کی آزادی کے لیے قید و بند کی ہوش رُبا صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں، عرصہ دراز تک جمعیۃ العلماء ہند کے صدر رہے۔

۱۳۴۶ھ میں جب حضرت شاہ امام العصر مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم سے مستعفی ہوئے تو آپ کے سوا جماعتِ دارالعلوم میں کوئی ایسی شخصیت موجود نہ تھی جو دارالعلوم کی اس مہتم بالشان جگہ کو اس کے شایانِ شان پُر کر سکے۔ اس لئے اکابر کی نظرِ انتخاب آپ ہی پر پڑی، آپ کے زمانۂ صدارت میں طلبا کی تعداد میں دو گنے سے بھی زیادہ اضافہ ہوا اور خاص دورۂ حدیث کی جماعت میں تو یہ اضافہ تین گنے سے بھی متجاوز ہو گیا تھا۔

آپ کا درسِ حدیث مضامین کے تنوع اور جامعیت کے لحاظ سے دنیائے اسلام میں اپنی نوعیت کا واحد درس سمجھا جاتا ہے، چنانچہ اس کی عظمت و شہرت اور کشش سال بسال طلبا کی تعداد میں اضافہ کا موجب ہوتی رہی۔

علم حدیث میں اُن کے تلامذہ کا حلقہ بڑا وسیع ہے۔ اُن کے زمانۂ صدارت میں جن طلباء نے دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے سندِ فراغت حاصل کی اُن کی تعداد ۳۸۴۴ ہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کا دائرہ برّاعظم ایشیا سے گزر کر

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ

سے وہی نسبت حاصل تھی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت نبی مکرم قائدنا الاعظم محمد عربی صلوات اللہ علیہ وسلامہ سے تھی اور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی قدس سرہ نے الجمعیۃ دہلی کے شیخ الاسلام نمبر میں لکھا کہ دارالعلوم دیوبند کے تین ادوار میں سب سے پہلے دور کی سربرآوردہ بزرگ جنہیں مرکزیت حاصل تھی وہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی تھے۔ درمیانی کڑی حضرت شیخ الہند اور آخری کڑی مولانا مدنی تھے رحمہم اللہ تعالیٰ۔

یورپ تک پھیلا ہوا ہے، جس طرح دارالعلوم کو علوم نبویہ کی تعلیم کا طغرائے امتیاز حاصل ہے اسی طرح اُن کا علمی فیضان بھی بے نظیر ہے۔

۱۲ جمادی الاولیٰ کو ۲ بجے کے قریب حضرت مدنیؒ واصل بحق ہو گئے، جنازہ دارالحدیث میں لاکر رکھا گیا، مظاہر علوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب[1] نے نماز جنازہ پڑھائی اور ۱۲، ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ (۵، ۶ دسمبر ۱۹۵۷ء) کی درمیانی شب خزینۂ علم و معرفت کو قبرستان قاسمی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔[2]

---

[1] افسوس ہے کہ اب حضرت شیخ بھی اس دنیا میں نہیں ــــ حضرت مدنی اور حضرت شیخ کے تعلقات کا اندازہ شیخ کی کتاب "آپ بیتی" کے مطالعہ سے ہوگا جو ایک صاحب نسبت بزرگ، محدث کبیر کی نہ صرف دلچسپ سوانح ہے بلکہ انتہائی سبق آموز اور علم و اخلاص، تقویٰ و تدین کے جواہر پیدا کرنے والی کتاب ہے۔

[2] ماخوذ از تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۸۲ تا ۸۴: ج ۲ تفصیلی حالات کے لیے آپ کی خود نوشت سوانح "نقش حیات"، الجمعۃ کا شیخ الاسلام نمبر۔ مولانا سید محمد میاں کی کتاب حیات شیخ الاسلامؒ دنیا دہلی کا عظیم مدنی نمبر ملاحظہ فرمائیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا سال ولادت ۱۲۸۰ھ ہے۔ تاریخی نام کرم عظیم ہے۔ تھانہ بھون کے شیوخ فاروقی میں سے تھے۔ قرآن شریف حافظ حسین علی سے حفظ کیا۔ فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں وطن میں حضرت مولانا فتح محمد تھانوی سے پڑھیں جو دارالعلوم کے اولین فارغین میں سے تھے ۱۲۹۵ھ کے اواخر میں تکمیل علوم کی غرض سے دارالعلوم میں داخلہ لیا، ۱۲۹۹ھ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔ تجوید و قرآت کی مشق مکہ مکرمہ میں قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کی۔

ذکاوت و ذہانت کے آثار بچپن ہی سے نمایاں تھے ۱۳۰۱ھ میں اولاً مدرسہ فیض عام کان پور میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور پھر مدرسہ جامع العلوم کی مسندِ صدارت کو زینت بخشی، کان پور میں آپ کے درس حدیث کی شہرت سن کر دور دور سے طلبا کھنچے چلے آتے تھے ۱۳۱۵ھ میں ملازمت ترک کر کے خانقاہ امدادیہ[2] تھانہ بھون میں متوکلاً علی اللہ قیام فرمایا، جہاں تادمِ واپسیں ۴۷ سال

---

[1] دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مجود قاری عبدالوحید خان صاحب انہی قاری عبداللہ کے تلمیذ قاری عبدالرحمٰن کے شاگرد تھے۔ قاری عبداللہ صاحب مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں تجوید کے استاد تھے۔

[2] خانقاہِ امدادیہ کسی باقاعدہ اور مستقل عمارت کا نام نہیں ہے۔ تھانہ بھون کے شمال مغرب میں ایک مسجد ہے جو ابتداً پیر محمد والی مسجد کے نام سے موسوم تھی، مسجد کی جنوبی سمت میں ایک سہ دری تھی جس میں ایک حجرہ تھا۔ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ نے اس مسجد کو اپنی قیام گاہ بنایا تھا۔ یہیں بیٹھ

تک تبلیغ دین، تزکیہ نفس اور تصنیف و تالیف کی ایسی عظیم الشان اور گراں قدر خدمات انجام دیں جس کی مثال اُس دور کی کسی دوسری شخصیت میں نہیں ملتی۔ علم نہایت وسیع اور گہرا تھا، جس کا ثبوت آپ کی تصانیف کا ہر ہر صفحہ دے سکتا ہے، دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں تصانیف موجود نہ ہوں وہ اپنی تصانیف کی کثرت اور افادیت کے لحاظ سے ہندوستانی مصنفین میں اپنا جواب نہیں رکھتے، آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد پانچ سو کے قریب ہے ان کے علاوہ تین سو سے زائد وہ مواعظ ہیں جو چھپ چکے ہیں۔ برِّ صغیر کے پڑھے لکھے مسلمانوں کے کم گھر ایسے ہوں گے۔ جہاں حضرت تھانویؒ کی کوئی تصنیف موجود نہ ہو۔ ان میں "بہشتی زیور" کی مقبولیت کا تو یہ عالم ہے کہ ہر سال مختلف مقامات سے لاکھوں کی تعداد میں چھپتی ہے اور ہاتھوں ہاتھ نکل جاتی ہے اگر یہ کہا جائے کہ اُردو زبان میں اتنی بڑی تعداد میں دوسری کوئی اور کتاب شائع نہیں ہوئی تو اس میں قطعاً مبالغہ نہ ہوگا۔ کئی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ حضرت تھانویؒ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اپنی تصانیف سے کبھی ایک پیسہ کا فائدہ حاصل نہیں کیا، تمام کتابوں کے حقوق طبع عام تھے اور جس کا جی چاہے انھیں چھاپ سکتا ہے، آپ کا ترجمہ قرآن شریف بہت سلیس، سہل اور عالمانہ ہے، تفسیر میں بیان القرآن آپ کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ اسی طرح حدیث میں اعلاء السنن میں فقہ حنفی کی مستدل احادیث کا جو زبردست ذخیرہ مرتب کرا دیا ہے۔ وہ خود اپنی مثال آپ ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وہ طالبین کو مستفیض فرماتے تھے۔ یہی وہ تاریخی خانقاہ ہے جہاں سے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف شاملی کے جہاد کی تیاری کی گئی تھی، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے، بعد میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی نسبت سے خانقاہ امدادیہ کے نام سے موسوم ہوگئی۔ تھانہ بھون کے مشہور عالم حضرت مولانا شیخ محمد کا قیام بھی اسی مسجد میں رہتا تھا حضرت حکیم امت نے اسی خانقاہ (سہ دری و حجرہ) سے شریعت و طریقت کے دریا بہا دئے اور تقریباً نصف صدی تک ان کا فیض یہاں سے جاری رہا۔

حضرت تھانوی شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مجاز و خلیفہ تھے۔ اُن کی بیعت و ارشاد کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ برّصغیر اور اس کے باہر بھی ہزاروں اشخاص نے ان سے اصلاح و تربیت حاصل کی، چنانچہ حکیم الامت کے لقب سے آپ کی زبردست شہرت تھی، اُن کی تصانیف و مواعظ سے لاکھوں افراد کو علمی و عملی فیض پہنچا، عوام اور خواص کا جتنا بڑا طبقہ بیعت و ارشاد کی راہ سے اس دور میں ان سے مستفیض ہوا اس کی مثال کم ہی ملے گی۔ اُن کی رفعت و بلندی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کے بڑے بڑے صاحبِ علم و فضل اور اہلِ کمال اُن کے حلقۂ بیعت میں شامل تھے، اُن کی ذات والاصفات علم و حکمت اور معرفت و طریقت کا ایک ایسا سرچشمہ تھی جس سے نصف صدی تک برّصغیر کے مسلمان سیراب ہوتے رہے، دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں اُن کی عظیم خدمات تقریری اور تصنیفی صورت میں نمایاں نہ ہوں، مولانا سید سلیمان ندوی کے الفاظ میں :۔

"اصلاحِ امت کی کوشش میں علمی و عملی زندگی کے ہر گوشے پر ان کی نظر تھی، بچوں سے لے کر بوڑھوں تک، عورتوں سے لے کر مردوں تک، جاہلوں سے لے کر عالموں تک، عامیوں سے لے کر صوفیوں، درویشوں اور زاہدوں تک، غریبوں سے لے کر امیروں تک اُن کی نظر مصروفِ اصلاح و تربیت رہی، پیدائش، شادی بیاہ، غمی اور دوسری تقریبوں اور اجتماعوں تک کے احوال پر اُن کی نظر پڑی، اور شریعت کے معیار پر جانچ کر ہر ایک کا کھرا کھوٹا الگ کیا۔ رسوم و بدعات اور مفاسد کے ہر روڑے اور پتھر کو ہٹا کر صراطِ مستقیم کی راہ دکھائی، تبلیغ تعلیم، سیاست، معاشرت، اخلاق و عبادات اور عقائد میں دینِ خالص کے معیار سے جہاں کوتاہی نظر آئی اُس کی اصلاح کی، فقہ کے نئے نئے مسائل اور مسلمانوں کی نئی نئی ضرورتوں کے متعلق اپنے نزدیک پورا سامان مہیا کر دیا۔ اور خصوصیت کے ساتھ احسان

وسلوک کی جس کا مشہور نام تصوف ہے۔ تجدید فرمائی، ان کے سامنے دین کی صحیح تمثال تھی، اسی کے مطابق مسلمانوں کی موجودہ زندگی کی تصویر میں جہاں جہاں نقائص تھے اُن کے درست کرنے میں عمر بھر مشغول رہے، انہوں نے اپنی زندگی اس میں صرف کر دی کہ مسلمانوں کی تصویر حیات کو اُس شبیہ کے مطابق بنادیں۔ جو دینِ حق کے مرقع میں نظر آتی ہے[1]۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغناء کے ساتھ فیاضی کے جوہر سے بھی نوازا تھا، ان کے قیام کانپور کا واقعہ راقم سطور نے والد مرحوم سے سُنا ہے جو حضرت تھانوی کے بے تکلف دوستوں میں سے تھے، چونکہ اس واقعے کا عام طور پر لوگوں کو علم نہیں ہے۔ اس لیے اس کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کانپور میں حضرت تھانوی کو جامع العلوم سے پچیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ اس میں سے وہ پانچ روپے ہر مہینے والد مرحوم کو دیا کرتے تھے تاکہ وہ اپنے طور پر اس رقم کو طلباء پر صرف کر دیں۔ اس رقم کے ساتھ یہ تاکید بھی تھی کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو کہ اس کا معطی کون ہے، یہ ایک رازدارانہ بات تھی۔ حضرت تھانوی کی زندگی میں والد مرحوم کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہ تھا۔ انھوں نے یہ واقعہ حضرت تھانوی کی وفات کے بعد اُن کے محاسن کا ذکر کرتے ہوئے راقم سطور کو سنایا تھا۔

حضرت حکیم امت کی زندگی بڑی منظم تھی۔ کاموں کے اوقات مقرر تھے اور ہر کام اپنے وقت پر انجام پاتا تھا، متوسلین کے بہت سے خطوط آتے تھے مگر بقید وقت ہر ایک کا جواب خود اپنے قلم سے تحریر فرماتے تھے۔

۱۶؍ رجب ۱۳۶۲ھ کی شب میں تھانہ بھون میں اس جہان فانی کو خیرباد

---

[1] جامع المجددین ص ۲۷، ۲۸

کیا، تھانہ بھون میں حافظ ضامن شہید کے مزار کے قریب انہی کے باغ میں جسے انھوں نے خانقاہ امدادیہ کے نام سے وقف کر دیا تھا۔ دفن کیا گیا۔[1]

---

[1] ماخوذ از تاریخ دارالعلوم دیوبند ص۵۱ تا ۵۴ ج ۲
مزید حالات کے لیے خواجہ عزیز الحسن مجذوب کی مرتبہ سوانح، مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی "حکیم الامت" اور مولانا عبدالباری ندوی کا "مسئلہ تجدید" ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی

محدث عصر حضرت مولانا زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کے والد محترم مولانا محمد یحییٰ یکم محرم ۱۲۸۸ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۷۱ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام "بلند اختر" تھا۔ سات برس کی عمر تک قرآن شریف حفظ کر لیا۔ روزانہ ایک مرتبہ قرآن پڑھنے کا معمول رہا۔ اپنے والد محترم مولانا محمد اسمٰعیل کے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب وغیرہ سے مختلف علوم و فنون کی تکمیل کے بعد شوال ۱۳۱۱ھ میں گنگوہ شریف حاضر ہوئے تاکہ حضرت گنگوہی سے حدیث کی تکمیل کر سکیں۔ اس زمانہ میں حضرت گنگوہی نزول آب کی تکلیف کے سبب تدریس کا سلسلہ بند کر چکے تھے۔ لیکن اس ہونہار بروا کے لیے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے درخواست کی اور حضرت گنگوہی نے مستقلاً دورہ حدیث پڑھایا۔ مولانا محمد یحییٰ نے حضرت گنگوہی کی خدمت سے ان کے دل میں اس طرح گھر کر لیا تھا کہ حضرت گنگوہی انھیں نابینا کی لاٹھی قرار دیتے۔ پورے بارہ برس اپنے وقت کے سب سے بڑے شیخ کی خدمت میں گزارنے کے بعد مولانا یحییٰ کوچہ یار سے اس وقت رخصت ہوئے جب حضرت گنگوہی جوار رحمت میں جا چکے تھے۔ اس کے بعد مولانا خلیل احمد صاحب کے حکم پر مدرسہ مظاہر العلوم میں ساڑھے پانچ برس درس حدیث دیا لیکن کبھی کوئی معاوضہ نہ لیا۔ معاش کے لیے ایک تجارتی کتب خانہ قائم کر رکھا تھا جس کا مقصد اکابر و اسلاف کی کتابوں کی اشاعت تھی۔ خریدار نقد قیمت دے دیں تو اچھا ہے۔ ادھار کر کے چلے جائیں تو اچھا۔ آپ نے کبھی کسی سے تقاضہ نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ ہزاروں کے مقروض تھے۔ جس کی

ادائیگی کی توفیق آپ کے اکلوتے فرزند حضرت مولانا زکریا کو عطا فرمائی۔ رمضان شریف میں تین راتوں میں نہایت صحت و صفائی کے ساتھ قرآن شریف سنانا مدت العمر معمول رہا۔ قرآن عزیز سے والہانہ شغف اور درس حدیث کے علاوہ نادار۔ یتامیٰ اور بیوگان کی اس طرح خدمت کرنا کہ کسی کو کان و کان خبر نہ ہو۔ آپ کی وہ عادت مبارکہ تھی۔ جس کا پتہ لوگوں کو اس دن چلا جس دن آپ کا جنازہ اٹھا۔ آپ کا طریقہ تدریس مجتہدانہ تھا۔ تعلیم و تربیت میں ایک مشفق اور ماہر سرجن کا مقام تھا۔ خاص طور پر اپنے اعزہ کے بچوں اور علی الخصوص اپنے صاحبزادے کے معاملہ میں آپ کا رویہ بظاہر بہت سختی تھا۔ لیکن یہ وہ سختی تھی جو بچوں کے حسین مستقبل کے لیے نہایت لازم و ضروری ہے۔ حضرت مولانا صاحب کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو نظام بخشا اس میں حضرت حق کے خصوصی فضل کے ساتھ جو دوسرے اسباب و عوامل کارفرما ہیں۔ ان میں ایک خاص سبب آپ کے والد محترم کا ذوق تربیت تھا۔ جس کا اظہار آپ کے ان لفظوں سے ہوتا ہے جنہیں حضرت شیخ نے اپنی آپ بیتی میں جا بجا نقل کیا ہے۔

"صاحبزادگی کا سوٗر جاتے جاتے جاتا ہے۔"

سرزمین کاندھلہ کا یہ گوہر شب چراغ ۸ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ کی صبح بیمار ہو کر چند گھنٹے میں اپنے رب رحیم و کریم کے حضور پہنچ گیا۔ فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

سہارنپور کے قبرستان حاجی شاہ میں دوسرے اکابر و اسلاف کے ساتھ آپکی آخری آرام گاہ ہے۔ آپ کے تفصیلی حالات مولانا عاشق علی میرٹھی کی کتاب تذکرۃ الرشید۔ حضرت شیخ کی آپ بیتی اور علماء مظاہر علوم نامی کتب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

مجدد تبلیغ

حضرت مولانا محمد الیاس و مولانا محمد یوسف رحمہا اللہ تعالیٰ

سرزمین دوآبہ جس میں سہارنپور، مظفر نگر، میرٹھ اور مرادآباد کے اضلاع شامل ہیں۔ ایک ایسا مردم خیز خطہ ہے جسے دنیا کا منتخب اور چیدہ خطہ کہنا چاہیئے۔ اسی خطہ کا ایک قصبہ کاندھلہ ہے جو ماضی میں بھی بڑی اہمیت کا مالک تھا لیکن جس دور میں عروس البلاد دہلی میں امام ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مدرسہ کے مسند نشین سراج الہند مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ تھے۔ اس وقت یہاں کے ایک صاحب وہاں پڑھنے آئے۔ جو بعد میں مفتی الٰہی بخش کے نام سے مشہور ہوئے، مثنوی کا تکملہ لکھنے والے اور معقول و منقول کے امام ــــ مفتی صاحب نے ۱۲۴۵ھ میں وفات پائی۔ ادھر اسی قصبہ میں ایک دوسرے بزرگ تھے۔ مظفر حسین اسم گرامی تھا۔ حضرت شاہ محمد اسحٰق رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ــــ گویا مادر زاد ولی، ان حضرات کے بعد تو یہ سرزمین ایک ایسے خطہ میں تبدیل ہو گئی کہ اس کا ہر دن روز عید اور ہر شب، شب برات کا منظر پیش کرنے لگی۔ علم و معرفت کی وہ فصل بہار آئی کہ بحمد اللہ اس طرف آج تک پھر خزاں کا رخ نہیں ہوا۔

کاندھلہ کے ان نیک فطرت بزرگوں کا تعلق علم و عرفان کے ساتھ ساتھ تحریک جہاد سے بھی تھا اور وہ اس طرح کہ ان حضرات نے حضرت الامیر السید احمد بریلوی قدس سرہ سے باقاعدہ بیعت جہاد کی ــــ اس خاندان کے مرد تو رہے ایک طرف، یہاں کی عورتوں کے جو تذکرے ہیں انہیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر عورت اپنے وقت کی "رابعہ" تھی۔ اوراد و وظائف، تلاوت قرآن مجید، غریب کی

خدمت یہ اُن عورتوں کے وہ خصائل تھے کہ ان میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا۔ مولانا محمد الیاس اسی خاندان کے گوہر شب چراغ تھے۔ مولانا محمد اسمٰعیل ان کے والد گرامی تھے مولانا محمد اسمٰعیل نے جب حضرت گنگوہی قدس سرہ سے طریق سلوک کی درخواست کی تو حضرت گنگوہی نے فرمایا۔

آپ کو اس کی حاجت نہیں۔ اس طریق کا جو مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے۔

بستی نظام الدین جو حضرت سلطان الاولیا خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ونسبت سے اپنا ایک مخصوص مقام رکھتی ہے، اس کی شہرت کا دوسرا سبب اسی خاندان کی وہ دینی محنتیں ہیں جو آج تبلیغی دعوت کے نام سے ساری دنیا میں ہو رہی ہیں۔ مولانا محمد الیاس مجدد تبلیغ تھے۔ اسی بستی کی بنگلہ والی مسجد میں ڈیرہ ان کے والد مولانا محمد اسمٰعیل نے لگایا۔ میوات کے دیہاتی ادھر آتے آپ ان کا بوجھ اتارتے روٹی پانی سے تواضع کرتے اور اللہ کا نام سکھاتے، ۲۸ شوال ۱۳۱۵ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۸۹۸ء کو مولانا کا انتقال ہوا تو آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد صاحب نے اس جگہ کو سنبھالا۔ وہ عباد الرحمٰن کا مجسم نمونہ، حضرت گنگوہی کے فیض یافتہ اور اپنے بھائیوں کے مربی تھے۔ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ کو عشاء کے بعد وتر کے سجدہ میں انتقال فرمایا ــــ ان کے منجھلے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحب تھے۔ ہمارے مخدوم ومطاع حضرت مولانا زکریا صاحب قدس سرہ العزیز کے والد گرامی ــــ جبکہ تیسرے اور سب سے چھوٹے بھائی مولانا محمد الیاس تھے۔ آپ ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ الیاس اختر ان کا تاریخی نام ہے۔ مولانا مظفر حسین کی صاحبزادی آپ کی نانی محترمہ تھیں ــــ مولانا نے اپنی شیرخوارگی کے ضمن میں فرمایا۔

"وہ گودیں اب کہاں؟"

(مولانا کی دینی دعوت صہ۴۲)

کاندھلہ اور دہلی میں تعلیم کے بعد گنگوہ شریف میں بہاریں لوٹتے رہے اور

۱۳۲۶ھ میں دیوبند میں حضرت شیخ الہند قدس سرہ سے حدیث کی تکمیل کی۔ شیخ الہند اپنے شاگرد عزیز کے متعلق کہتے کہ "انہیں دیکھ کر صحابہ یاد آجاتے"۔ مولانا کو اپنے وقت کے جملہ اکابر کی سرپرستی حاصل تھی۔ ابتدائی بیعت حضرت گنگوہی سے تھی۔ ان کے بعد شیخ الہند سے رجوع کیا۔ تو انھوں نے مولانا خلیل احمد صاحب سے تعلق کا مشورہ دیا۔ مولانا نے اس مشورہ پر عمل کیا بعد میں اسی آستانہ سے نیابت و خلافت نصیب ہوئی۔

مدرسہ مظاہر العلوم میں کچھ عرصہ پڑھانے کے بعد ۱۳۳۳ھ میں شیخ الہند کے ہمراہ حج کیا اور ۱۳۴۴ھ میں اپنے برادر بزرگ مولانا محمد صاحب کے انتقال کے بعد بستی نظام الدین کے اہل تعلق کے اصرار سے وہاں قیام کیا۔ یہاں کے ابتدائی روز و شب بڑی مشکل سے گزرے لیکن آپ نے بڑی محنت اور جفا کشی سے وقت کا مقابلہ کیا میوات میں اصلاح و تعلیم کا آغاز کیا اور تبلیغی دعوت کا ایک ایسا نظم قائم کیا جس سے بڑے بڑے اکابر متاثر ہوئے حتیٰ کہ مولانا تھانوی نے فرمایا "مولوی الیاس نے یاس کو آس میں تبدیل کر دیا۔"

رب العزت نے جب اس کام کو ایک رُخ پر چلا دیا تو مولانا کی رخصتی کا وقت آگیا بالآخر ۱۱ رجب ۱۳۶۳ھ کو انتقال ہوا۔ بستی نظام الدین میں تدفین ہوئی۔ آپ کے ایک ہی صاحبزادے تھے مولانا محمد یوسف اور ایک ہی صاحبزادی تھی جو آپ کے اکلوتے بھتیجے اور فخر زمانہ شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کے نکاح میں آئیں۔

مولانا محمد یوسف ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء بروز چہارشنبہ پیدا ہوئے۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ مولانا الیاس ان دنوں سہارن پور مدرس تھے۔ ان کی وجہ سے اور خود اس ہونہار بروا کی معصوم اداؤں کے سبب اکابر کی شفقتوں کا محور رہے۔ بالخصوص حضرت مولانا خلیل احمد، حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری، حضرت شیخ الاسلام مدنی اور حضرت مولانا

محمد زکریا صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس عزیز بچہ کو خوب ہی شفقتوں سے نوازا۔
۱۳۵۴ھ میں حدیث کی تکمیل مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں ہوئی اور اسی سال
مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں حضرت مولانا زکریا صاحب کی بڑی صاحبزادی سے آپ
کا نکاح ہوا۔ نکاح حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے پڑھایا (یہ صاحبزادی
حضرت شیخ کی دوسری اہلیہ سے تھیں۔ جو مولانا رؤف الحسن کی صاحبزادی تھیں)۔
مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا علمی اور تصنیفی ذوق بہت بلند تھا۔ محدث احناف
حضرت امام طحاوی کی شرح اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حالات میں تین ضخیم
عربی مجلدات بعنوان حیات الصحابہ آپ کے لازوال کارنامے ہیں۔
اللہ رب العزت نے ۲۳-۲۴ رمضان ۱۳۵۸ھ کی درمیانی شب آپ کو
فرزند عطا فرمایا جن کا نام محمد ہارون رکھا گیا۔ (افسوس کہ وہ بھی جوانا مرگی کا
شکار ہو گئے۔)

مولانا کی بیعت اپنے والد مرحوم سے تھی۔ مولانا کی زندگی میں تبلیغی کام میں
انھوں نے گراں قدر خدمات انجام دیں بالخصوص میوات میں بڑا کام کیا بالآخر
مولانا محمد الیاس کے انتقال کے بعد ان کی اہلیت وصلاحیت اور علو ئے استعداد
کے سبب وقت کے مشائخ نے انہیں اپنے عظیم والد کا جانشین قرار دیا۔
یہ مختصر سطور مرحوم کی دعوت وتبلیغ کی متحمل نہیں ہو سکتیں، اللہ رب العزت
نے ان سے جس طرح کام لیا اور چار دانگ عالم میں جماعتوں کی چلت پھرت
شروع ہوئی۔ وہ ان کے کمالات اور عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے — آپ
طویل طویل سفر کے بعد ۱۹۶۵ء میں پاکستان تشریف لائے یہاں ملک کے
ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک پھرتے رہے اور لوگوں کو دین حق کی طرف
متوجہ کرتے رہے۔ اسی اثناء میں ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲
اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعہ ۲ بجکر پچاس منٹ پر ۲۱ برس کی مسلسل محنت کے بعد
دین حق کا یہ مسافر سفر کے عالم میں چل بسا۔ جنازہ لاہور سے دہلی گیا اور مزار

اپریل کو اپنے والد محترم کے پہلو میں آپ سپرد خاک کر دیے گئے۔

مولانا محمد الیاس اور مولانا محمد یوسف کے تفصیلی حالات کے لیے مولانا علی میاں کی کتاب مولانا محمد الیاس اور ان کی دعوت، سید محمد ثانی حسنی مرحوم کی کتاب سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جبکہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ صاحب کی آپ بیتی ابھی اس سلسلہ میں خوب رہنمائی کرتی ہے ــــــ ان سطور میں محض سرسری تعارف مقصود تھا۔ الحمدللہ وہ پورا ہو گیا۔

مولانا محمد یوسف صاحب کے بعد ان کے ہم سبق، رفیق سفر اور ہم زلف مولانا انعام الحسن اس دعوت کے امیر قرار پائے جبکہ آپ کے اکلوتے صاحبزادے ہارون مرحوم نے اپنے عظیم المرتبت نانا حضرت شیخ الحدیث کی حسن تربیت سے ایک مخصوص مقام حاصل کیا۔ اور باپ دادا کے کام میں اپنے عزیز و محترم خالو کا خوب خوب ہاتھ بٹایا اور جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت شیخ مکہ معظمہ میں تھے، یہ روح فرسا خبر ملی تو ہر آنے جانے والے سے فرمایا۔ میرے پاس تعزیت کے بجائے اس کی فکر کرو اس طرح ایک دن میں مرحوم کے لیے ۲۵۰ عمرے لوگوں نے کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

مولانا عبد المنان میواتی دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

صاحب قصیدہ (عربی)

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ۱۳۸۶ھ میں سفر حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ جیسی مقدس بستی (جسے بعد میں آپ نے اپنا مستقل مسکن بنالیا اور بالآخر وہیں محو استراحت ہوئے) میں جو عربی قصیدہ پیش ہوا وہ لکھنے والے ہیں مولانا عبد المنان ـــــ خطہ میوات کے باسی اور آخر میں عروس البلاد دہلی کو اپنا مسکن بنانے والے۔ حتیٰ کہ اس شہر میں ۱۳۹۳ھ میں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا اور قریش نگر دہلی کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ حضرت اقدس رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز کے مجاز محترم السید انور حسین صاحب نفیس رقم ۱۹۸۰ء میں دار العلوم دیوبند کے صد سالہ اجتماع کے بعد دہلی گئے تو نہ صرف ان کی قبر کے لیے پتھر لکھا بلکہ آپ کی تاریخ وفات بھی کہی جو مولانا کی عالمانہ عظمت کی حقیقی عکاس ہے۔

العالم الحقانی والشاعر العبقری

مولانا میواتی حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ کے برادر اکبر مولانا محمد قدس سرہ کے نہایت گہرے دوست اور رفیق کار تھے ـــــ مرحوم کے متعلق اہل دل کا کہنا ہے کہ وہ اونچے باخدا لوگوں میں سے تھے، میوات جیسے پسماندہ خطہ پر تعلیمی تحریک میں ان کا نام سر فہرست ہے ـــــ بعد میں دہلی میں مدرسہ سبحانیہ قائم کیا جو ان کے حوصلہ وہمت اور علم سے گہری وابستگی کی یادگار کے طور پر اب تک محفوظ ہے اور مولانا کے اعزہ اس کی پوری طرح دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ مولانا عبد المنان پختہ کار عالم تھے ـــــ کسی مدرسہ سے سند تو حاصل نہ کی لیکن قدیم طرز کے مطابق نامور اساتذہ کے یہاں زیر درس رہے، علمی شوق انہیں میوات سے ہزارہ اور چھیرہ

ضلع سرگودھا تک لے گیا اور اپنے دور کے صاحب نظر اساتذہ سے انہوں نے کسب فیض کیا ـــــ حضرت محدث عصر مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ سے بیعت تھے لیکن حضرت الشیخ نے انہیں قطب عصر مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ دلائی سب حضرات ایک ہی دکان معرفت کے خریدار تھے ـــــ یعنی خطہ مقدسہ گنگوہ شریف ـــــ جہاں قطب زمان، فقیہ عصر مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے ایک عرصہ علم و معرفت کی جوت جگائی۔

ـــــ مولانا عبدالمنان دھلوی کے نام سے مشہور ہوئے،

حضرت رائے پوری نے انہیں اجازت سے نوازا ـــــ مرحوم کا حافظہ بلا کا تھا۔ عربی فارسی، اردو کے اشعار کا بڑا ذخیرہ ان کے حافظہ میں محفوظ تھا اور خود ایسے عربی قصائد لکھے کہ قدیم دور کے عربی شعرا کی یاد تازہ ہو جاتی۔

حضرت شیخ الحدیث کے اس سفر حج میں امیر تبلیغ مولانا محمد انعام الحسن بھی ہمراہ تھے ـــــ مولانا عبدالمنان کا چونکہ شیخ سے تعلق تھا اس لیے ان مقامات مقدس کی خصوصیات کے ساتھ شیخ کی زیارت و ملاقات نے انہیں تڑپا دیا اور محبت کے جذبات قصیدہ کی شکل میں سامنے آ گئے مسئلہ مدینہ منورہ کا تھا۔ اس لیے اکثر حصہ نعت کا ہے جس میں ایک امتی اپنے محبوب و مطاع آقا محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلام کی تعریف میں ایسا کھویا کہ اسے بین وسیاق کی خبر نہ رہی

مولانا مرحوم کے برادران مولانا عبدالرحمٰن شاکر، مولانا عبدالحنان اور مولانا عبدالغفار ہیں، خوبیوں سے مرصع، علم و عمل کے نمونے، جبکہ دو لڑکے ہیں۔ مولوی فضل الرحمٰن صاحب فاضل دیوبند اور مولوی نورالرحمٰن ـــــ مدرسہ سبحانیہ تو ان حضرات کے بزرگوں کی یادگار ہیں۔ اسے سنبھالنا تو ان کا فرض ہے۔ بعض دوسرے مدارس میں بھی اس خاندان کے بعض حضرات مصروف تدریس ہیں۔ رب العزت مرحومین کو بڑے اجر سے نوازے تو زندہ حضرات کو عافیت سے رکھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

القصيدة المدحية

بقلم الاستاذ عبد المنان بن المغفور له العلامة عبد السبحان دهلوی

نفسی ومابیدی، فداک ومهجتی ۱ قرّت لدیک براحةٍ ومحبّةٍ

ورنت الیک صبابة وتأنّست ۲ بزیارة تشتاقها وعطوفةٍ

وبکت. ومابرحت تریق دموعها ۳ شوقاً کمثل سحابة منهلّةٍ

ورأت بقربک فرحة موفورة ۴ سردت حکایتها بفرط مسرّةٍ

وشکت الیک زمانها وجفاءه ۵ متسلسلا حلّت عقوبة فرقةٍ

باتت تقصّ علیک قصة هجرها ۶ وبطوله ذکرت مصاب قطیعةٍ

وأبت تخالف ناصحا وتعیبه ۷ وغدت تجانب عن قبول نصیحةٍ

تجد الملامة والفضوح نتیجةً ۸ لهیامها. وتراه لازم الفةٍ

هجر الاحبة لاتکاد تطیقه ۹ ووراءه خطرٌ اشد بلیّةٍ

همٌّ وحزن، وازدیاد کأبةٍ ۱۰ ادهی وصاحبه بمهمه حیرةٍ

والعشق کالبحر العمیق وموجه ۱۱ متلاطم وعبابه من شدّةٍ

وکما ستعلم لا یشوبک ریبةٌ ۱۲ أنّ المحبة غمرة فی غمرةٍ

کن مستهاما فی الغرام ومغرمًا ۱۳ فتحس حینئذٍ شد ائد کلفةٍ

ایاک من فزعٍ یریبک ذمّة ۱۴ ویشین صبرک یا اسیر مودةٍ

من کل ناحیةٍ تروح وتغتدی ۱۵ سحب الهلاکة. یاالهول ملمّةٍ

غمراتها لا تنجلی ونزولها ۱۶ متتابعا هانت علی مصیبتی

کم من حوادث فی هواک وقوعها ۱۷ وکما رأیت خسارتی ومضرّتی.

بجهالة وعماية وغواية ١٨ اعرضت عنك وكنت تصلح زلفتى

واخترت بعد هداية ووضوحها ١٩ طرق الضلالة واقعا فى ورطة

وجعلت اتبع الهوىٰ وشروره ٢٠ رغم الاطاعة واقتديت بشهوة

ان الحيوٰة امانة ووديعة ٢١ ضيعتها بخيانة وجريمة

غلبت علىّ شقاوة وخسارة ٢٢ وحرمت نور بصيرة بنحوسة

وقضيت عمرى والحيوة قصيرة ٢٣ متمردا واطلت كسب معيشة

كيف النجاة ؟ ولا نجاة لمن عصى ٢٤ مستكبرا متهما ونا بخطيئة

كيف النجاة ؟ وقد مشيت خلافها ٢٥ قبل الممات ولا هممت بتوبة

زمن الشباب مضى وكنت مغفلا ٢٦ ياحسرتا لو مت قبل منيتى

حل المشيب وما سبقت بصالح ٢٧ فيما اراه ولا ندمت لفرصة

فالموت ياتى بغتة ومجيئه ٢٨ حتما ستدفن يادفين بحفرة

والقبر منتظر يحفك ضمة ٢٩ وترى هنالك ماترى من ضغطة

مولاى رفقا بالذليل ونظرة ٣٠ للمبتلى كيلا يعيش بذلة

انت امرؤ جعلت فداك حياتنا ٣١ مادمت حيا بغيتى ووسيلتى

مالى سواك ، وانت تعرف حالتى ٣٢ يوم القيام ومن يفرج غمتى

تبت يداى بما اشتريت شقاوة ٣٣ لسعادة ورذيلة بجميلة

والعفو شيمتك القديمة دائما لم ٣٤ عن الجانى المقر بزلة

فاستره وارفع قدره واغفره ٣٥ كيلا يعود بخيبة وفضيحة

يبغى جوارك والامان من العداوة والسلامة من شرور اشرة

يامن يعز ضيوفه بجلائل النعماء هل لك فى ازالة غفلة

كرما وجودا لا تزال مكرما ٣٨ بكرامة وشرافة ابدية

ان الكريم لفى عناية ربه ٣٩ وعلى المكارم من زيادة نعمة

والمرء يمدح بالسخاء ويثنى ٤٠ بثناءه فى حضرته ومغيبة

ام قد ذكرت ديارها متاسّفا ٨٧ لفراقها وذكرت مدة غيبة
نعم الرحيل الى الحجاز وارضها ٨٨ متشوقا والشوق باعث لذة
ياحبّذا سفر الحبيب الى الحبيب مباركاً قرّت عيون احبّة
راحت تصفّق بالبطون كما ترى ٩٠ فى الوجد اوراق الغصون لفرحة
هبّت لنسيم مدينةٍ فتعطرت ٩١ منها الجوانب والقريحة قرّت
كفتيت مسكٍ والرخاء خليطها ٩٢ اوعرف غانية لوقت مسيرة
اوزهرةٌ حين الصباح تفتّقت ٩٣ ذات الشمامة والعبير بروضة
اودلّ دافلةٍ تمرخمارها ٩٤ فى الرقص ترفع ذيلها العجينة
اومشيئة العذراء تسكن خدرها ٩٥ تمشى على حذرٍ لتسير بخيفة
اورقص طاؤس يقل رياشهٔ ٩٦ فى البسط يبسطها بابدع صورة
اوهزّة المهجور لبشّر بالرضى ٩٧ وليعود طائره باعظم دولة
عادت بنفحتها الصبا فترنّمت ٩٨ بقصيدتى وغدت تردّد قصّتى
وحكت عن الهجر الطويل مصابه ٩٩ لحكايتى وتطيل ذكر شكيّتى
طوبى لمن صرف العنان وشوقهٔ ١٠٠ نحو المدينهٔ كى يفوز بمنية
ولمن يقبّل ارضها وترابها ١٠١ ادبا وليحبهٔ غبار مدينة
وصغارها، وكبارها وقليلها ١٠٢ وجليلها شغفا لساكن طيبة
ورياضها، وقطوفها وثمارها ١٠٣ وزروعها تحكى مناظر جنّة
وجبالها وسهولها ومصيفها ١٠٤ وشتاءها بجمال رونق بلدة
بلدٌ، تبارك اهلهٔ وجوارهٔ ١٠٥ بجواره خير البقاع بارضة
ومحطّ روح القدس مهبط وحيه ١٠٦ ومقام هجرته خزينةُ رحمة
لبشرى النجاة لمن يموت بطابةٍ ١٠٧ ودعا له بالخير صاحب قبّة
فيها من الخيرات والحسنات والبركات، حسبك من نبىّ القبلة
ومنازل الفردوس تغبط عظمتهٔ ١٠٩ وشرافةٌ فيها - وكم من عظمة

ارضٌ مباركة، وبورك تربها ١١٠ بمبارك الأسماء اجمل شيمة

تنفي الخبيث عن القيام بثغرها ١١١ كالكير لا ترضى بنفس خبيثة

وملائك الرحمن تحرس خطة ١١٢ ميمونة. فيها النبي لحرمة

فاقت على خطط تخط بخطها ١١٣ فورب أحمد لا نظير لقطعة

يقطاع ارض. والعلاء علاؤها ١١٤ بمحمّدٍ، ومحمّدٌ في حجرة

نفسي الفداء لحجرة. هو عزها ١١٥ في نيره حبي. يرد تحيتي

احد يحب محمّدا ويحبه ١١٦ جَبَل يحدّث عن حوادث غزوة

فئتان تلتقيان يوم كريهة ١١٧ وتقاتلان كتيبة بكتيبة

فيها رسول الله شجّ وصحبه ١١٨ نالوا الشهادة والرماة برمية

وتجاه عينك. لو رأيت قبورهم ١١٩ باحاطة لوقفت ساكب دمعة

انّ التحيّة والسلام عليهم ١٢٠ بشهادةٍ وعلى شهادة حمزة رض

اسد الرسول وفي القتال يخافه ١٢١ كفار مكة مدهشين لوثبة

عرفوا جميعا انّ حمزة عمّه ١٢٢ رجل يقاتل وحده لفحولة

ويخوض معركة ويقتل فتيةً ١٢٣ بيدٍ لا يخشى مواقع دهشة

حتى اصيب بغرّة ويموته ١٢٤ للمسلمين بدا اجل رزيّة

ورثى له ابن اخيه حين رآه مجدوعا وغيّر وجهه بالمثلة

فغدا به حزنا واصبح قائلا ١٢٦ لتركته. لولا فؤاد صفيّة

ولبشارة بالفتح نصرة ربه ١٢٧ لجيوشه وعدا لا وقف هزيمة

فالبدر يشهد والمشاهد كلها ١٢٨ ان الصحابة كالاسود بجرأة

قومٌ يعدّون الشهادة نعمة ١٢٩ احلى واعذب من رضاب مليحة

يجدون في خوض المعارك لذة ١٣٠ مستبشرين بغزوة وسريّة

شوق القتال الى المبارز جرهم ١٣١ متسابقين الى الوقوف بعرصة

رفع اللواء صحابة وملائك ١٣٢ كطليعة ومحمد في سجدة

انفقت ما بيديك فی طلب العلی ٤١ والمال عندك - ماله من قیمة

تهب الهبات قلیلها وکثیرها ٤٢ للوافدین ببکرة وعشیة

وحباك من نعم وزادك رفعة ٤٣ مولاك - یرفع من یشاء بقدرة

رقاك مرتبة الحضور وقربه ٤٤ فوق المراتب فلتکن من غبطة

ووقاك من کید الزمان کما وقی ٤٥ بالفضل فتنة حاسد متعنت

حتی بلغت بمنه عز القبول حُزتَهُ وجمعت کلّ فضیلة

هذا - وقد نلت الهدی ومقامه ٤٧ بخلیل احمد من شیوخ طریقة

وبشیخه - روحی فداه رشید احمد لا خلاف له امام الامة

قسما بخالقه - ولست مبالغا ٤٩ هو مجمع البحرین قامع بدعة

درس الحدیث کما یلیق لشانه ٥٠ شرحا وبسطا کاشفا لحقیقة

کفلت خطابته لحل عویصة ٥١ وبیان معضلة وکشف دقیقة

کابن المبارك فی جلالة قدره ٥٢ فی الجرح والتعدیل نائب شعبة

ارأیت من احد اشد تمسکا ٥٣ مثل الرشید بسنة مرویة

لم یلتفت ابدا الی ما لا یری ٥٤ وفق الشریعة من خلاف طریقة

کم من اناس بالعوا وجوههم ٥٥ وقلوبهم مسودة - فابیضت

صرف الفؤاد طبیبه بعلاجه ٥٦ ودواءه لمقاصد رضیة

یمتاز بالدرس الممیز شانه ٥٧ بین الاماثل جامع المتشتت

ومتی تخالفت الرواة روایةً ٥٨ لا یمکن التوفیق وفق ضرورة

رفع التعارض واقعا واستصعبته اولوا النهی بدرایة ورویة

علمٌ - واعلام الزمان عبیده ٦٠ بشئونه - وعلیه شان مشیخة

وافاض فی قلب المحب وصدره ٦١ نور السکینة وانشراح طبیعة

وازال عن وجه الیقین حجابه ٦٢ کیلا تصیبك من مضرة رجعة

ساق یدیر کؤوسه وشرابها ٦٣ للشاربین ولا حساب لقسمة

والسكر في مُقَلٍ يروقك حسنها ٦٤ وجماله الوضّاء زينة جبهة

يبكي ويدعو في الصلاة وغيرها ٦٥ يا ربّ غفران الذنوب لامّة

متقرّبا متخشّعا متضرّعا ٦٦ لرضاه ملتمسا اجابة دعوة

متفكّرا في الدين كيف بقاءه ٦٧ وشيوعه بقريبة وبعيدة

وله معالٍ ترتقي ومحاسن ٦٨ وعوارفٌ فيها معارف حكمة

لا يدرك الوصّاف وصف خصائص ٦٩ مختصّة وهو الحقيق برفعة

لك نسبة بالله جل جلاله ٧٠ لا شئ افضل من تزوّد نسبة

سرّ الولاية لا يرام حصوله ٧١ ومناله الا بصرف الهمّة

وعلاقة بنبيه ومهادة ٧٢ بكلامه وعناية بالسنّة

وانابة بطريقة مخصوصة ٧٣ بلغ الجميع بها منازل قربة

وتلاوة بتذكّر وتفكّر ٧٤ تربت يداك وجدت ثمرة رقّة

فالذكر والفكر البليغ كلاهما ٧٥ سبب العروج الى نهاية رتبة

وجعلت تسكب دمعة مهراقة ٧٦ في ليلة اخذتك حالة خشية

وَسَرَت خواطرك المخافة فانبرت ٧٧ عينا السريرة تهطلان كديمة

وذكرت ربك باكيا مستصرخا ٧٨ مستغفرا القديمة وحديثة

لولاك لم تك للمدارس قوّة ٧٩ مضبوطة وحفاظة من فتنة

لولاك لم تك للنفوس وقاية ٨٠ من شر ابليس الهوى ودسيسة

لولاك لم تك للمآثر رفعة ٨١ ميل الطباع الى منابع ردّة

لولاك لم تك في العقيدة صحّة ٨٢ والمرء يوبقه فساد عقيدة

كعقيدة السلف الكرام وبياتهم ٨٣ محمودة رزقت حماية ملّة

والاتّباع بهم اشدّ ضروريا ٨٤ ووردت به الآثار غير عديدة

امن الوائج في فؤادك جَمرة ٨٥ ام في حشاك بحرها من شعلة

ام قد سمعت لبشارة من هاتفٍ ٨٦ فغدوت مرتحلا لاشوق بقعة

ذكرين كرغا فلا ويحضنه ١٧٩ ان الحيوة له دراسة عبرة

قم. واستقم. واجهد ولاتك لاهيًا ١٨٠ واعمل لنفسك واستعدّ لرحلة

والزم ندامة نادم مستغفر ١٨١ واطلب خلاصك قبل نشر صحيفة

وذر التفاخر واجتنبه ولا تكن ١٨٢ مستكبرا اودع الغرور بأسرة

واذكر قيامك عند ربك عاجزا ١٨٣ وحذارمنه ومن فظاعة بطشة

واترك فخارك بالشعوب فانه ١٨٤ امر يجرّ الى اقتناص نقيصة

واحفظ لسانك والفؤاد كلاهما ١٨٥ سببا النجاح اوالرجوع بخيبة

واجعل حياتك قبل موتك هاجما ١٨٦ للدين خالصة بصدق النية

رجل وجبريل الامين رفيقه ١٨٧ فی ليلة المعراج جانب سدرة

فی ليلةٍ جعل النهار ندامها ١٨٨ ذات الكواكب والنجوم منيرة

حفّ السماء نجومها وخلالها ١٨٩ عقد الثريّا - والفضاء بنغمة

اهلا وسهلا بالحبيب محمّد ١٩٠ ومن الاله عليك الف تحيّة

يا مرحبا بك. ياحبيب الهنا ١٩١ انّا نراك تسير نحو حظيرة

قالت ملائكة: شرافة عبده ١٩٢ بلغت نهايتها: وفاز برؤية

فدنا وقرّبه نجيًّا ربّه ١٩٣ يا ميزة رفعت مدارج ميزة

فالله شرّفه: وزاد مكانه ١٩٤ مالا يحيط به نطاق قصيدة

يا ربنا أنت المجيب لمن دعا ١٩٥ فاغفر لامته ولی ولطلحة

اخوانٍ يبتهلون أنّ اباهما ١٩٦ وصل الحجاز وهل له من عودة

نبكی - وفرقته علیّ شديدة ١٩٧ ولقد حرمت فيوضه من مدّة

فی حالةٍ سلب القرار عروضها ١٩٨ والهم اوردنی مفاوز وحشة

بصری، وسمعی، والعظام، واضلعی ١٩٩ تشكوا ولم توقّا مدامع مقلتی

نظرًا الیّ، فانّنی لك مجرم!

٢٠٠ جمّ الخطيئة والخسارة مثّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ اُردو

۱۔ میرا سب کچھ آپ پر قربان، میری روح کو آپ کے جوار پُر بہار میں محبت و راحت کے ساتھ قرار میسّر ہوا۔

۲۔ محبت کے ساتھ آپ کو دیکھا، اور آپ سے انس، اور آپ کی بندہ نوازی و کرم گستری کے باعث میری روح آپ کی زیارت کی مشتاق ہوئی۔

۳۔ شدتِ شوق سے رو پڑی اور آنسو بہانے شروع کر دیئے۔ دھیمے دھیمے برسنے والی بدلی کی طرح۔

۴۔ آپ کے قرب میں اسے بے انتہا فرحت محسوس ہوئی اور فرطِ مسرت میں اپنی آپ بیتی سنانی شروع کر دی۔

۵۔ آپ سے اپنے زمانے اور اس کی مسلسل ستم رانیوں کی شکایت کی۔ دراصل فراق کا عذاب بڑا ہی دردناک ہے۔

۶۔ رات بسیرا کیا تو آپ کے سامنے اپنے ہجر کا قصہ چھیڑ دیا، اور فراق کے دُکھ درد سب بیان کر دیئے۔

۷۔ ناصح کی مخالفت شروع کر دی، اسے متہم کیا اور اس کی ایک نہ مانی۔

۸۔ ملامت و رسوائی کو اپنے عشق کا نتیجہ قرار دے کر انھیں محبت کے اجزائے ترکیبی میں شمار کرتی ہے۔

۹۔ (اے مخاطب) دوستوں کی جدائی تو برداشت نہیں کر سکتا، اور اس کے مابعد

يا رب لو هلك العصابة لم يكن ١٣٣ في الارض من احد يقوم بشرعة

فاجاب دعوته وايد جنده ١٣٤ ربي يؤيد من دعاه لنصرة

نصروا رسول الله ساعة عسرة ١٣٥ وقبيلة الانصار خير قبيلة

وحموه اذ حمي الوطيس جراءة ١٣٦ وشجاعة ويمين طلحة شلت

ووقوه من فئة اشد عداوة ١٣٧ لرسالة ورسولها وشريعة

فتقابلوا والمؤمنون بعدوة ١٣٨ يوم الوغى والكافرون بعدوة

والموت فوق رؤسهم برزوا لهم ١٣٩ بسيوفهم ورماحهم واسنة

شادوا عمارة دينه واستحكموا ١٤٠ بنيانه وبنوه ارفع بنية

حتى انثنى قصر الشريعة شامخاً ١٤١ عالي العمود وفي الثبات كقلعة

ختم النبوة - لا نبوة بعده ١٤٢ أبدا ولا شرف كختم نبوة

بلغ العلى بكماله وجماله ١٤٣ كشف الدجى ونواله كذخيرة

كالمسك رائحة وفاح كعنبر ١٤٤ عرق الحبيب وهل رأيت كنفحة

كرم يقابل ضيفه متهللا ١٤٥ ويد ترى نائلة تسح كدجلة

يعفو عن الجاني ويقبل عذره ١٤٦ ويقيل عثرته وان هي جلت

ويديم منحته ويكرم جاره ١٤٧ ويضيف عزته باجمل عشرة

ويقوم في يوم القيامة شافعا ١٤٨ للمذنبين بحالة مخشية

كهف العصاة ولا وسيلة غيره ١٤٩ عند الشدائد قائما بمعونة

غوث البغاة ولا ذريعة دونه ١٥٠ يوم التغابن والحساب بسرعة

وهو الذي ملك القلوب وحبه ١٥١ وجه الشفاء لعلة مخفية

وهو الزعيم قيادة وزمامها ١٥٢ بيديه كاملة ترب الكعبة

وهو الذي بذل الحيوة تمامها ١٥٣ لمكارم الاخلاق غاية بعثة

وهو البشير لمن اطاع بجنة ١٥٤ وهو النذير لمن عصاه بنقمة

وهو الذي عم الخلائق نفعه ١٥٥ ونراه ديمة رحمة لبرية

هو رحمة للعلمين وعصمة ۱۵۶ للمجرمين وخلة لاخلة
ووسادة لاجلة ووقاية ۱۵۷ لاذلة وحماية لا قلة
ومحبة لاجبة ومضرة ۱۵۸ لاشرة بشواهد و أدلة
عبد وظيفته لعبادة لايرى ۱۵۹ غير الانابة من اجل وظيفة
فى الليلة الليلاء يسئال داجيا ۱۶۰ من ربه كرما اقالة عثرة
سمح - وفيّ لا يزال وفاءه ۱۶۱ بعهوده فى مدة موعودة
متبسم - فرح - تلألأ وجهه ۱۶۲ كالبدر اشرق نوره باسرة
سهل الخليقة والمهابة مثلها ۱۶۳ والصمت احسن والكلام كدرة
وهمه يوم الحساب وخوفه ۱۶۴ وتقاه زينته مزين سيرة
لم يخش إلا الله مدة عمره ۱۶۵ متواصل الاحزان - دائم فكرة
هادٍ الى سبل السلام ومرشد ۱۶۶ للقوم بعد خروجه من ربقة
وافٍ، عطوف، صادق، متصدق ۱۶۷ بَرّ رؤف راحة لعشيرة
وملاذ أرملة وملجأ هالك ۱۶۸ وقرار افئدة وقرة حفلة
وأمان امنة وروح امانة ۱۶۹ وقوى رابطة واوثق عروة
ورجاء مايوس الرجاء وأمّه ۱۷۰ وعموده بفتوة ومروءة
وعزاء ملهوف تعذر صبره ۱۷۱ وسكون مضطر اصيب بفجعة
سل يا خليل، ابا لبابة عن جوى ۱۷۲ نزع الحشا - والكعب وابن امية
وابن الربيع - قلوبهم منشقة ۱۷۳ بصدوده لتخلف عن شركة
حتى اذا جاءت بشارة توبة ۱۷۴ من بعد خروا ساجدين لمنة
بشر اتانا بالكتاب منزلا ۱۷۵ لاريب فيه ولا مجال لريبة
خير الكلام طواله وقصاره ۱۷۶ وكفاك معجزة فصاحة سورة
يبقى، الى يوم القيمة هاديا ۱۷۷ بأدلة وبه اقامة حجة
وهدى وموعظة وذكرى نافعا ۱۷۸ لذوى الحجى منحوا سلامة فطرة

اور میرا غم خوار بھی بجز آپ کے اور کون ہے۔

۳۳-۳۴۔ میری تباہی میں کیا کسر رہ گئی، کہ میں نے بدبختی کو سعادت کے بدلے اور بُرائی کو بھلائی کے عوض خریدا۔ اور اپنے غلطی کا اقرار کرنے والے سے درگزر کرنا آپ کی قدیم عادت ہے جس کی کوئی حدو انتہا نہیں۔

۳۵-۳۶۔ آپ اس غلام کی پردہ پوشی فرمائیے۔ اس کی قدر افزائی کیجئے تاکہ خسارہ اور رسوائی سے پالا نہ پڑے۔ یہ آپ کے پڑوس کا خواہاں ہے اور دشمنوں کی عداوت و بدمعاشوں کی شرارت سے امان کا طالب ہے۔ آپ دعا فرما دیں تو یہ سب کچھ ہو جائے گا۔

۳۷۔ اے میرے آقا! آپ اپنے مہمانوں کا بڑی بڑی نعمتوں سے اعزاز فرماتے ہیں کیا مجھ بینوا کی غفلت دُور کرنے کی طرف آپ متوجہ ہوں گے۔

۳۸۔ وراثتی شرافت و سخاوت۔ بخشش و نوال کے ساتھ آپ ہمیشہ معزز و مکرم ہیں۔

۳۹۔ کریم آدمی ہمیشہ اپنے رب کے فضل کے سایہ میں رہتا ہے اور جود و سخا سے نعمتوں میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

۴۰۔ آدمی داد و دہش سے بھی ممدوح ہوتا ہے۔ حاضر و غائب سب لوگ اس کے گن گاتے ہیں۔

۴۱-۴۲۔ آپ نے اپنا سب کچھ رضاء الٰہی میں صرف فرما دیا۔ مال و دولت کی آپ کے یہاں کوئی قیمت نہیں جو کچھ آپ کے پاس ہوتا ہے آنے والوں کو صبح و شام دیتے رہتے ہیں۔

۴۳-۴۴-۴۵-۴۶۔ آپ کے مولا کریم نے اپنی نعمتوں سے آپ کو خوب نوازا اور آپ کو علوم و معارف میں وہ۔ بلندی عطا فرمائی کہ دوسرے جس کے تصور سے بھی خالی ہیں۔ یہ اس کی شان ہے اپنی قدرت سے جسے چاہے بڑا بنا دے اور آپ کو مرتبہ "حضور" عنایت فرمایا جو بندہ کے لیے سب سے اونچا مقام اور

قابل رشک ہے ۔ مرتبۂ حضوریؑ سے مراد یہ ہے کہ آدمی کے دل میں ہر وقت خدا کا دھیان رہے اور اس کی یاد رگ رگ میں رچ بس جائے ۔ اور آپ کو زمانہ کے مکر و فریب سے بچایا جیسا کہ حاسد سرکش کی دسیسہ کاریوں سے آپ کو اپنی پناہ میں رکھا ، تا آنکہ آپ مقبولیت کے مقام پر فائز ہو گئے اور اس مقام کے ہر ہر لوازم اور فضیلت کو جمع فرما لیا ۔

۴۷ ۔ ۴۸ ۔ یہ تو ایک طرف ۔ اور آپ نے حضرت مولانا خلیل احمدؒ صاحب محدث سہارن پوری کے فیض بے پایاں سے وافر حصہ پایا اور ان کے شیخ ۔ میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں ۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ ، جن کے انتخاب روزگار اور شیخ زمان ہونے میں بجز اہل بدعت کسی کو کلام نہیں ، اُن کے بیکراں فیوض و برکات سے استفادہ کیا ۔

۴۹ ۔ خدا کی قسم . میں مبالغہ نہیں کرتا ۔ وہ شریعت و طریقت کے مجمع البحرین اور بدعت کے اکھاڑ پھینکنے والے تھے ۔

۵۰ ۔ ۵۱ ۔ حدیث کا درس اس شان سے دیا کہ عالم میں دھوم مچ گئی ۔ اس کی الجھنوں کو کھول کھول کر ۔ مجمل کو پھیلا پھیلا کر اور حقیقت سے پردہ اٹھا کر حدیث کی خدمت کی ۔ ان کا خطاب ، مشکلات کے حل ۔ پیچیدگی کے بیان اور باریکیوں کو واضح کرنے کیلیے کافی تھا ۔

۵۲ ۔ جلالت قدر میں محدث ابن مبارکؒ کی طرح اور جرح و تعدیل میں حضرت شعبہؒ کے ہم پلہ تھے ۔

۵۳ ۔ ان کا ممتاز درسِ حدیث ان کے ہم عصروں میں نمایاں تھا ۔ وہ متفرق علوم و فنون کے جامع تھے ۔

۵۴ ۔ ۵۵ ۔ جہاں کہیں کسی روایت میں راویوں کا اختلاف ہوا اور ضرورت کے مطابق اس کی توجیہ نہ ہو سکی اور اہلِ دانش و بینش نے اسے مشکل سمجھا اسے آپ نے ناخن غور و فکر سے حل فرمایا ۔

خطرات ..... ؟ ؟ اف توبہ ۔

۱۰۔ دماغی پریشانی، دل کی کڑھن اور غم کی زیادتی، بڑی ہمت شکن اور صبر آزما ہیں، ان کا مبتلا سراسیمگی کے جنگلوں میں بھٹکتا ہے۔

۱۱۔ اور عشق گہرے سمندر کی طرح ہے جس کی موجیں متلاطم اور اس کا ابال جوش پر ہو۔

۱۲۔ اور جیسا کہ عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا، اور تجھے کوئی تردد لاحق نہ ہوگا۔ کہ محبت تو سراسر پریشانی ہے۔

۱۳۔ (ویسے ہی یہ عقدہ حل نہ ہوگا بلکہ) کاروبار عشق میں حصہ لے اور عاشق بن کر دیکھ۔ اس وقت تجھے محبت کی سختیاں معلوم و محسوس ہوں گی۔

۱۴۔ خبردار گھبرانا بالکل نہیں۔ ورنہ اس کی برائی تیرے سر ہوگی، اور تیرا صبر داغدار ہو جائے گا۔" اے اسیر دام محبت۔"

۱۵۔ ہر طرف سے صبح و شام ہلاکت کی بدلیاں اُٹھ رہی ہیں۔ کتنی زبردست مصیبت ہے یہ۔

۱۶۔ اس کے شدائد کم نہیں ہوتے۔ ان کے پے در پے نزول سے میری مصیبت مجھے کم محسوس ہونے لگی کہ "مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آسان ہو گئیں۔"

۱۷۔ (میرے آقا) کتنے ہی حوادث مجھے آپ کی محبت میں پیش آئے اور میرا خسارہ و نقصان آپ کے سامنے ہے۔

۱۸۔ بے خبری، اندھے پن اور سرکشی کے باعث میں نے آپ سے اعراض کیا۔ حالانکہ آپ میری بے راہ روی دور کرنا چاہتے تھے۔

۱۹۔ ہدایت واضح ہونے کے بعد میں نے گرداب میں پھنس کر کجروی و گمراہی کے راستے اختیار کیے۔

۲۰۔ اطاعت و فرمانبرداری کے علی الرغم۔ میں نے اپنی خواہش اور اس کی بدبختیوں کی مانی۔ اور اپنی چاہ، کے پیچھے ہو لیا۔

۲۱۔ زندگی ایک امانت اور ودیعت ہے میں نے اس میں خیانت کی اور مجرمانہ حرکات سے اسے ضائع کیا۔

۲۲۔ مجھ پر بدبختی اور ناکردنی امور پر، جسارت غالب آگئی۔ اس نحوست کی وجہ سے نور بصیرت سے محروم ہوں۔

۲۳۔ میں نے اپنی زندگی جو مختصر سی ہے سرکش ہوکر کھانے پینے میں پوری کردی۔

۲۴۔ اب نجات کہاں ؟ نافرمان، متکبر اور جرم کو ہلکا سمجھنے والے کو رستگاری نہیں۔

۲۵۔ اب چھوٹ کیسی ؟ جبکہ میں نے زندگی غلط طریقہ پر گزار دی اور موت سے پہلے توبہ کا ارادہ بھی نہ کیا۔

۲۶۔ جوانی کا زمانہ گزر گیا، اور میں بدمست ہائے افسوس، کاش میں مرنے سے پہلے مرجاتا۔

۲۷۔ بڑھاپے نے آلیا اور کوئی نیک کام اپنی کشکول میں نہیں پاتا۔ اور نہ کبھی اس تہی دامنی پر نادم ہوا۔

۲۸۔ موت ہمارے حساب سے اچانک آتی ہے اس کا آنا ضروری ولا بدی ہے۔ عنقریب قبر سب کو اپنی آغوش میں لے گی۔

۲۹۔ قبر انتظار میں اپنی آغوش وا کیے ہوئے ہے۔ وہاں قبر کی سختیاں معلوم ہوں گی۔

۳۰۔ میرے آقا ! مجھ ذلیل ورسوا پر مہربانی کی ایک نظر۔ تاکہ ذلت کی زندگی نہ گزاروں۔

۳۱۔ آپ ایسے آدمی ہیں، کہ آپ پر ہماری زندگیاں قربان۔ جب تک کہ آپ اس خاکدان ارضی میں رونق افروز ہیں۔ اے میری تمنا و میرے مقصد و مراد۔

۳۲۔ آپ کے سوا میرا کوئی نہیں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ قیامت کے دن،

۵۶ - ۵۷ - کیا حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ سے زیادہ کوئی عامل بالحدیث اور حدیث پاک سے محبت کرنے والا دکھائی دیا؟ آپ کبھی اس طرف متوجہ نہ ہوسکے جو شریعت وطریقت کے مخالف ہو۔

۵۸ - کتنے ہی لوگ جن کے دل اور چہرے معصیت دبے راہ روی کی تاریکی سے سیاہ تھے۔ جب آپ سے وہ متعلق ہوئے اور آپ کی تربیت میں کچھ وقت لگایا تو عرفان ویقین کے نور سے ان کے دل اور چہرے نورانی بن گئے۔

۵۹ - وہ نباض فطرت اور حکیم الامت تھے۔ دلوں کو اپنے علاج اور دواء سے نیک مقاصد کی طرف پھیر دیا۔

۶۰ - وہ سردار اور رئیس تھے زمانہ کے سردار اس کے در کے غلام اور دربان تھے اور ان پر شان مشیخت جلوہ ریز تھی۔

۶۱ - اس نے اپنے متعلقین کے دل اور سینہ کو سکینت و وقار کے نور اور انشراح صدر کی نعمت سے لبریز اور معمور کر دیا۔

۶۲ - اور یقین کے چہرہ سے پردہ اٹھا دیا تاکہ "رجعت" کی مضرت سے مامون رہیں ــــ رجعت۔ سلوک وتصوّف کی اصطلاح میں اس حالت کو کہتے ہیں کہ انسان بارگاہِ الٰہی سے کسی بلند مقام سے نوازا جائے پھر غفلت و مدہوشی یا کسی اور وجہ سے اس مقام کا وہ حق ادا نہ کر سکے اور پھر وہ اسے کھو بیٹھے اسے بعض صوفیاء نے "ارتداد" سے بھی تعبیر کیا ہے۔

۶۳-۶۴ - وہ مئے توحید ومعرفت کے ساقی تھے جو عرفان ویقین کے طلب گاروں کو بے حساب پلاتے تھے، شراب معرفت کے نشے سے اس کی آنکھیں خمار آلود رہتی تھیں۔ جو بھلی لگتی تھیں اور ان کا جمال جہاں آراء ان کی شخصیت کا عکاس تھا۔

۶۵ - وہ ہمیشہ خشیت الٰہی سے روتے تھے۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ "اہل علم ہی خدا سے ڈر سکتے ہیں"۔ نماز ونمیں اور ان کے

علاوہ دوسرے اوقات میں ہمیشہ یہ دعا فرماتے تھے اے اللہ امت مرحومہ کی مغفرت فرما۔

۶۶ - ۶۷ - لوازم تقرب، خشوع وخضوع کے۔ اللہ کی رضا کے طالب اور اپنی دعا کے بارگاہِ ایزدی میں باریاب ہونے کے متمنی تھے۔ ہمیشہ دین کی فکر اس کی بقاء اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں اس کی اشاعت کے منصوبے۔ کتنا بلند مقصد زندگی ہے !!

۶۸ - ۶۹ - ان کے اور فضائل ومناقب جو ہیں وہ بے شمار ہیں اور علوم و معارف کے خزانے ہیں جن کی کنہ تک پہنچنا سہل نہیں کوئی شخص ان کے مخصوص محاسن کا ادراک نہیں کرسکتا وہ واقعی بہت بڑی شخصیت ہیں۔ خدا اور رسول کے سچے عاشق اور جاں نثار، ایسے جلیل القدر وعالی مرتبت شیخ اجل کی خدمت میں رہ کر بھلا کوئی کیونکر بڑا نہ ہوگا۔

۷۰ - ۷۱ - .... (میرے آقا!) آپ نے بھی زاویہ گنگوہ شریف سے بہت کچھ حاصل کیا اب آپ کو، خدائے عزوجل کے ساتھ ایک خصوصی رابطہ و تعلق پیدا ہوگیا ہے جس سے بڑا کوئی اور توشہ آخرت نہیں۔ خدا کی دوستی اور اس کے اسرار کا حصول بلا محنت وجہد ممکن نہیں۔

۷۲ - میرے سرتاج۔ آپ کو حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عشق اور اس کے مقدس کلام میں مہارت اور اس کی سنت میں حد سے فزوں انہماک ہے۔

۷۳ - اور خدا کے ساتھ آپ کا ربط و تعلق ایک خاص طریقہ کے ساتھ ہے جس کے ذریعہ جملہ منازل قرب طے ہوگئیں۔

۷۴ - تفکر و تدبیر کے ساتھ تلاوت قرآن کریم اور اس سے عبرت پذیری آہا۔ رقت کے ثمرات آپ نے پالیے۔

۷۵ - ذکر و فکر بلندیٔ منازل کی طرف عروج وارتقاء کے نمایاں اسباب اور زینے ہیں۔

۷۶ - ۷۷ - ۷۸ ۔ آپ ہمہ وقت یادِ الٰہی میں منہمک اور آنکھیں تمام رات اشکبار رہتی ہیں۔ خشیتِ الٰہی جب آپ کی رگ و پے میں سرایت کر گئی تو چشمِ باطن اس بدلی کی طرح ہو گئی جو رم جھم رم جھم برستی رہتی ہے۔ خدا کا ذکر آپ نے ہمیشہ رو کر، چیخ کر۔ استغفار کرتے ہوئے۔ بہر صورت وردِ زبان رکھا۔

۷۹ تا ۸۴ ۔ آپ کی ذات ستودہ صفات بسا غنیمت ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو اسلامی مکاتب و مدارس کی پوزیشن مضبوط نہ ہوتی اور فتنوں سے مامون نہ ہوتے ـــــ اگر آپ نہ ہوتے تو خلق خدا ابلیسِ لعین کی شرارتوں اور دسیسہ کاریوں سے امن میں نہ رہتی ـــــ اگر آپ نہ ہوتے تو مآثر کی رفعت باقی نہ رہتی، اور طبائع انسانی ارتداد کی طرف مائل ہو جاتی۔ اگر آپ نہ ہوتے تو عقیدے کی صحت باقی نہ رہتی، اور آدمی کی ہلاکت فساد عقیدت کے باعث ہوتی ہے۔ اسلاف کے عقائد کی سی صحت جن کی زندگیاں مبارک تھیں کہ انھیں ملت کی حمایت جیسا شغل دیا گیا اسلاف کرام کا اتباع نہایت ضروری ہے۔ اسی سلسلہ میں بہت سے آثار و اخبار وارد ہیں)

۸۵ تا ۸۷ ۔ آتشِ شوق کی کوئی چنگاری آپ کے دل میں جا پڑی۔ یا اس کے شعلے اندرونِ باطن بھڑک اٹھے یا ہاتف غیبی سے کوئی بشارت سن لی کہ "اشرف البقعہ" مدینہ طیبہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ یا آپ کو وہاں کے دیار کی یاد نے مضطرب کیا کہ مدتِ فراق طویل ہو گئی۔

۸۸ - ۸۹ ۔ کتنا اچھا سفر ہے حجاز اور اس کی مقدس سرزمین کی طرف شوق و رغبت کے ساتھ، اور شوق تو مہمیز کا کام دیتا ہے۔ کتنا مبارک سفر حبیب ہے۔ دیارِ حبیب کی طرف۔ اس سے متعلقین کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں "حضور صلی اللہ علیہ وسلم حبیب خدا ہیں اور آپ کا امتی جو آپؐ کے اتباع و اطاعت میں سرگرم عمل ہو وہ آپ کا حبیب ہے۔ اتباعِ سنت و اطاعت نبوی میں جو شیخ الحدیث کا مقام ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔

۹۰ تا ۹۹۔ درختوں کے پتے وجد میں جھومنے لگے اور کفِ ورق سے تالیاں بجائیں۔ مدینہ منورہ کی جانب سے نسیم مشکبار آئی اور اس نے اطراف وجوانب کو معطر کر دیا اور طبائع نے ٹھنڈک محسوس کی۔ نسیم مشکبار، مشک کے ٹکڑوں کی طرح جنھیں ہوا کے نرم جھونکوں نے چھولیا ہو، یا معشوق کی بوئے دل آویز جب وہ محو خرام ہو۔ یا خوشبو دار کلی کی مانند جو صبح کے سہانے وقت میں پھوٹے اور باغ میں پھیلی ہوئی خوشبو کے مثل۔ یا کسی الھڑ کی طرح جو اپنے خمار کو رقص کی حالت میں سنبھالے اور اپنا دامن عجیب انداز سے اٹھائے یا دوشیزہ کی رفتار کی مانند جو اپنی اوڑھنی ٹھہرائے اور چھپ چھپ کر ڈر ڈر کر چلے یا رقصِ طاؤس کی طرح جب وہ اپنے بازوؤں کو اٹھاتا ہے اور پھر نہیں بہترین صورت میں پھیلاتا ہے، یا ہجر کے مارے کی خوشی کی طرح جسے رضاء حبیب کی بشارت دی گئی اور اس کا طائر مقدر وافر دولت کے ساتھ لوٹے نسیم صبا خوشبو میں نہا کر آئی، اور میرا قصیدہ گنگنانا شروع کیا۔ پھر میرا قصۂ غم دہرانے لگی۔ ہجر طویل کی پوری مصیبت بیان کر دی میری حکایت کی طرح اور میری شکایت کے ذکر کو طول دیا۔

۱۰۰ تا ۱۰۴۔ بشارت ہے اس کے لیے جس نے اپنی عنانِ شوق مدینہ منورہ کی جانب موڑی تاکہ اپنی آرزو پوری کرے۔ اور اس کے لیے مژدۂ جانفزا ہے جو وہاں کی سرزمین اور پاک مٹی کو ادب و وقار کے ساتھ بوسہ دے اور غبارِ راہ مدینہ اسے مگن کر دے اور وہاں کے چھوٹے بڑے، تھوڑے اور زیادہ، سب کی عزت اور احترام کرے۔ ساکن طیبہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی محبت میں وہاں کی ہر چیز پر محبت بھری نگاہ ڈالے اور عقیدت واکرام کے پھول چڑھائے۔ وہاں کے باغات، پھل، پھول، زراعت جو جنت کے مناظر سے اہلِ علم کو روشناس کراتے ہیں۔ اس کے پہاڑ، وادیاں اور ان کا نشیب وفراز، جاڑے گرمی جو شہر کی رونق ہیں۔

(۱۰۵ تا ۱۱۵) وہ ایسا شہر ہے کہ اس کے باشندے اور ان کا پڑوسی بھی، زمین کے بہترین حصے کے پڑوسی کی وجہ سے بابرکت، جبرئیل کے اُترنے کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنے کی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی جگہ خزینۂ رحمت جو آدمی مدینہ طیبہ میں وفات پائے اس کے لیے نجات کی بشارت ہے اور حضورؐ نے اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی ہے۔ اس شہر میں خیرات وحسنات بے اندازہ ہیں اور سب سے بڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام۔ جنت کے منازل بھی اس پر رشک کرتے ہیں۔ عظمت وشرافت کی بدولت۔ واقعی وہ بڑی عظمتوں والا شہر ہے۔ مبارک سرزمین اور اس کی مٹی بھی، برکت والے ناموں اور اچھی عادت والے کے باعث، بابرکت ہے۔ یہ مبارک شہر اپنی حد میں خبیث النفس کو برداشت نہیں کرسکتا۔ جیسا کہ بھٹی خراب لوہے سے راضی نہیں ہوتی اور اسے جلا کر راکھ کر دیتی ہے خدا کے فرشتے اس مبارک سرزمین کے پاسبان ہیں چونکہ اس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ آپ کے اعزاز و کرام کی بدولت یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ یہ بقعۂ زمین تمام بقاع ارضی پر فائق ہے۔ ربّ محمدؐ کی قسم اس قطعہ زمین کا کہیں ثانی نہیں۔ اس سرزمین پر عنایات وافضال الٰہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہیں اور آپ حجرۂ مطہرہ میں آرام فرما ہیں۔ میری روح اور میرے ماں باپ اس حجرہ مبارک پر قربان جس کے لیے آپ کا قیام باعثِ عزت ہے۔ آپؐ اس میں حیات ہیں اور میرے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

(۱۱۶ تا ۱۱۸) وہ دیکھو پیچھے کی جانب جبل اُحد ہے۔ جو حضورؐ سے محبت کرتا ہے اور آپؐ بھی اس سے محبت فرماتے ہیں — اس پہاڑ کے دامن میں غزوات کی بڑی داستانیں پوشیدہ ہیں — یہاں جو جماعتوں میں جنگ کے ٹکراؤ ہوا۔ جو دو بدو لڑیں۔ اس جنگ میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے

دندانِ مبارک شہید ہوئے۔ تیر اندازوں نے تیروں کی بارش کی اور آپؐ کے
جاں نثار صحابہؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔
(۱۹ا تا ۱۲۶) احد پر پہنچ کر۔ پہاڑ سے نگاہیں ہٹا کر نیچے وادی میں لا ــــــ
اور سامنے دیکھ، شہدائے اُحد کی، ایک احاطہ کے اندر، آخری آرام گاہ، اگر
چشم عبرت سے تو اس جگہ کو دیکھ لے تو تیری آنکھیں ضرور اشکبار ہو جائیں گی۔
ان شہداءؓ کی پاک روحوں پر تحیت وسلام ہو خصوصاً حمزہؓ پر جو شیر رسول
تھے لڑائی میں کفارِ مکہ ان کے پھرتیلے حملے کے باعث ان سے ڈرتے تھے۔
یہ بات ان سب کو معلوم تھی کہ یہ حضور اکرمؐ کے چچا ہیں وہ تنہا بڑی بڑی فوجوں
سے اپنی روایتی شجاعت کے ساتھ ٹکر لیتا تھا۔ معرکۂ کارزار میں بے خوف و
خطر گھس جاتا تھا۔ اور دستے کے دستے اپنے ہاتھ سے ختم کر ڈالتا ہے دہشت
کے مواقع سے نہیں ڈرتا۔ چونکہ حضرت حمزہؓ نڈر تھے، اس وجہ سے، وہ دھوکہ
سے مارے گئے۔ اور ان کی موت سے مسلمانوں کے سامنے ایک بڑی مصیبت
رونما ہوئی۔ حمزہؓ کے لیے ان کے بھتیجے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک
رقت انگیز ہو گیا جب کہ اس کا مثلہ ـــــ آنکھ، ناک، کان اور دوسرے اعضاء
بریدہ دیکھا اور ان کا چہرہ بگڑا ہوا پایا۔ اس سے آپ بہت غمگین ہوئے
اور یوں فرمایا میں اس لاش کو یونہی بے کفنائے جانوروں کی خوراک بنا کر
چھوڑ دیتا۔ اگر پھوپھی جان حضرت صفیہ کے دل کی کمزوری کا خوف نہ ہوتا کہ
وہ اسے دیکھ کر ہوش وحواس کھو بیٹھیں گی۔
(۱۲۷) اور پھر بظاہر ہزیمت کے بعد فتح کی بشارت آپؐ کے لشکر کے لیے
نصرت خداوندی اور آپؐ کے دشمن کے لیے شکست وریخت۔
(مدینہ طیبہ کی روح پرور یادنے بے اختیار شاعر کو معرکوں میں پہنچا دیا۔ جبل
اُحد تو مدینہ منورہ ہی کا پہاڑ ہے۔ معرکہ میں شجاعت ومردانگی کے مظاہرے
ہوتے ہیں۔ صحابۂ کرامؓ کی شجاعت کے کیا کہنے چشم فلک نے جاں نثاری وہمہ

سپردگی کے ایسے مناظر کب کہیں دیکھے تھے ؟ شاعر بے اختیار۔ بدر کی سرزمین میں پہنچ گیا اور صحابۂ کرام کی شجاعت کے تذکرے میں کھو گیا۔ گو ترتیب تاریخی نہیں مگر بدر کو تاریخ اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے وہ مسلمانوں بالخصوص اہل علم طبقہ سے پوشیدہ نہیں) (مترجم)

۲۸ تا ۱۳۴) اور واقعۂ بدر دوسرے غزوات اس کے گواہ ہیں کہ صحابۂ کرامؓ شیروں کی طرح جری اور بے باک ہیں، وہ ایسی قوم ہے جو شہادت کو نعمت عظمیٰ سمجھتی ہے اور اسے دوشیزہ کے لعاب دہن سے زیادہ میٹھا اور شیریں محسوس کرتے ہیں، معرکوں میں گھس کر انھیں لذت حاصل ہوتی ہے۔ وہ غزوات و سرایا کی بشارت کے منتظر رہتے ہیں۔ باطل قوتوں کے ساتھ نبرد آزمائی کے شوق نے انھیں میدانِ کارزار میں لا ڈالا۔ اب وہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ صحابۂ کرامؓ نے علم جہاد بلند کیا ہوا تھا اور فرشتے پرا باندھے ہوئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے۔ اور یہ دعا زبان مبارک پر جاری تھی۔ اے اللہ اگر یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہو گئی تو تیری عبادت پھر قیامت تک دنیا میں نہ ہو سکے گی اور کوئی بھی فرد۔ گروہ یا جماعت تیری شریعت کے قیام سے عاجز ہو گی اور اس کے لیے جد و جہد نہ کر سکے گی، اس لیے اس چھوٹی سی جماعت کی مدد فرما۔ اللہ جل ذکرہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور اپنے فرشتوں کا لشکر آپؐ کی مدد پر لگا دیا۔ خدا اس کی ضرور مدد فرماتا ہے جو مخلص ہو کر خدا کی مدد چاہتا ہے۔

(۱۳۵ تا ۱۳۷) صحابہ کرامؓ نے مشکل اوقات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔ اور مہاجر تو پھر مہاجر تھے۔ انصار کا قبیلہ بھی بہترین قبیلہ ہے۔ آپ کی اس وقت حمایت کی جرأت دشمنت کے ساتھ جنگ کا تنور بھڑک اٹھا اور حمایت کرتے کرتے ہاتھ بھی شل ہو گئے۔ اور آپؐ کو اس جماعت سے بچایا جو آپؐ کی سخت ترین دشمن تھی یعنی قریش جو رسالت اور صاحب رسالت

کی دشمن جانی جاتی تھی اور شریعت مطہرہ کی بھی۔

(۱۳۸ تا ۱۴۱) اب لڑائی چھڑ گئی مسلمان وادی کے ایک طرف تھے اور جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ کافر وادی کے دوسری جانب۔ موت ان کے سروں پر منڈلا رہی تھی۔ وہ لڑنے کے لیے تلوار، نیزے وغیرہ جملہ ممکنہ اسلحہ جنگ لے کر آئے تھے۔ انھوں نے دین کی عمارت کو بنایا اور اسے مستحکم کیا کہ اس کی بنیادیں اپنے خون اور ہڈیوں سے پر کیں کہ عمارت سنگین ہو جائے حتیٰ کہ قصر شریعت بلند و بالا بن گیا، مضبوط اور رفعت بدوش قلعہ کی طرح۔

(۱۴۲) نبوت ختم ہو چکی تو وہ سارے کام جو نبوت سے متعلق تھے وہ بھی مکمل ہو چکے۔ کوئی کام ادھورا اور ناقص نہیں رہا۔ اب آپ کے بعد کوئی نبی کبھی نہیں آئے گا۔ کہ اس کے لیے کوئی کام نہیں، اور بیکار آمد و رفت کوئی نہیں رکھتا چہ جائیکہ ایک نبی۔ ختم نبوت بھی ایک شرف ہے جس سے آپکو نوازا گیا۔

(۱۴۳ تا ۱۴۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کمالات کے ساتھ انتہائی بلندی کو پہنچ گئے اور آپ کے جمال جہاں افروز نے تاریکی مٹا دی اور آپکی بخشش و عطا یا بارش کی طرح تھے آپ کا پسینۂ مبارک مشک کی طرح خوشبو دار اور مسام جان کو معطر کرنے میں عنبر سے برتر تھا ایسی خوشبو انسانی قوت شامہ کو کہاں کبھی میسر ہو سکتی۔ سراپا کرم و نوازش پھول کی طرح کھل کر مہمان کا اکرام فرماتے۔ اور آپ کی داد و دہش دجلہ کی طرح رہتی تھیں —— مجرم کے خطا پوش اور اس کے عذر کو قبول کرنے والے اسے اس کی لغزش سے سنبھالا دیتے خواہ وہ لغزش کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابرِ کرم ہمیشہ برستا تھا۔ پڑوسی کا اکرام فرماتے اور اعزہ کی خواہ وہ جانی دشمن ہی کیوں نہ ہوں۔ عمدہ ترین طریقہ پر مہمانی فرماتے۔

(۱۴۸ تا ۱۵۰) قیامت کے دن گنہگاروں کے سہارا بن کر بارگاہِ خداوندی میں سفارشی بنیں گے۔ عاصیوں اور نافرمانوں کی پناہ گاہ۔ آپ کی پاک ذات

کے علاوہ کوئی نہیں جو مصیبت و سختی کے وقت مدد کر سکے۔ باغیوں کے فریادرس اور بجز آپؐ کے ان کا کوئی اور ذریعہ نہیں کہ (حساب کے دن سرعت کے ساتھ فارغ ہو جائیں)

(۱۵۱ تا ۱۷۱) وہ ذات جس نے دلوں پر حکمرانی اور جس کی محبت باطنی روگوں کا شافی و کافی علاج ہے۔ وہ حقیقتاً دنیا کا راہبر و رہنما اور قائد ہے۔ ربِّ کعبہ کی قسم اسی کے ہاتھ میں ہے دنیا کی واقعی زمام قیادت۔ وہ ذات جس نے پوری حیاتِ طیبہ مکارمِ اخلاق کے لیے صرف فرما دی اور اسے غایت بعثت قرار دیا۔ انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق۔ میری بعثت مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے ہوئی۔ وہ مطیع کے لیے جنت کی بشارت دینے والے اور نافرمان کے لیے مژدۂ عذاب۔ وہ جس کا نفع جملہ خلائق کو عام ہے اور ہم تو اسے مخلوق کے لیے بارانِ رحمت سمجھتے ہیں اور ہر سنجیدہ مزاج ہماری ہم نوائی کرے گا۔ وہ تمام جہانوں کے لیے رحمت اللعلمین۔ مجرموں کے لیے بچاؤ اور دوستوں کے لیے سراپا حمایت۔ بڑوں کا تکیہ گاہ۔ چھوٹوں اور کمزوری کی حفاظت اور اقلیت کے لیے سراپا حمایت۔ دوستوں کے لیے محبت و سرخوشی۔ شریروں کے عداوت۔

"انسان سب کچھ بن سکتا ہے مگر عبد بننا بہت مشکل کام ہے اور آدمی کی صفت کاملہ "عبد" ہونا ہی ہے۔ قرآن کریم میں انبیاء کرامؑ کا ذکر ہے۔ ہر ہر نبی اور رسول کا نام ہے یا کوئی اس کی صفت ذکر کر دی گئی ہے مگر "عبد" صرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ گویا "عبدِ کامل" صرف آپؐ ہیں اور کسی میں عبدیت کے وہ لوازم لوازم جمع نہیں جو حق تعالیٰ نے اپنے اس عبدِ کامل میں جمع فرمائے۔ (مترجم)

وہ عبد، عبادت جس کا وظیفہ تھا اور رجوع الی اللہ اور انابت کے علاوہ کسی اور شغل کو بڑا وظیفہ نہیں سمجھتے۔ اندھیری رات میں سرگوشی کے انداز میں اپنے رب سے کرم کے طالب اور سہارے کے خواہاں سخی، وفا شعار اور آپکی وفا ضرب

المثل بن گئی۔ ہنس مکھ۔ خنداں و فرحاں۔ آپؐ کا چہرۂ انور بدر کامل کی طرح اور پیشانی سورج کے مانند درخشاں روشن اور چمکدار۔ نرم خو، ذو ہیبت۔ خاموش طبع۔ وقت ضرورت۔ بات فرمانے والے۔ باتیں موتی کی طرح۔ صاحبِ ذوق اور طبع سلیم کا مالک آپؐ کے کلام میں شہد جیسی حلاوت محسوس کرے گا۔ مدۃ العمر غیر اللہ سے خوف نہ کھایا۔ ہمہ دم غمگین و دائم الفکر ـــــ سلامتی کی راہ کا ہادی و مرشد۔ قوم کو غلط رسوم و قیود سے آزاد کرنے والا۔ غلامی کی رسم کا مصلح اور اسے ایسی راہ پر لگانے والا کہ کچھ مدت گزرنے کے بعد آقا و بندہ کی تمیز اٹھ جائے۔ وفا پسند مہربان۔ صداقت شعار۔ کرم گستر۔ عمدہ سلوک کا خوگر اور بنی آدم کے لیے سراپا رحمت و رافت۔ بیواؤں کی پناہ ہلاک ہونے والوں کا ٹھکانا مضطرب دلوں کے لیے سکون و قرار اور محفلوں کی ٹھنڈک۔ اہل عصر کے لیے امان اور امانت کی روح۔ مضبوطی کے ساتھ اتحاد و اتفاق اور ربط باہمی کے داعی منقطع الرجاء کی امید اور اس کی قرارگاہ اور فتوت و مروت کے ساتھ اس کی تسکین و تسلی، پراگندہ خاطر کے لیے وجہِ سکون اور تشفی، جب وہ صبر بھی نہ کر سکے اور پریشان حال کے لیے تسلی جب وہ پریشانی کے بھنور میں پھنس جائے۔

(۲ ۱۷ تا ۴ ۱۷) اے دوست اندرونی سوزش کے متعلق ابولبابہؓ سے پوچھ کر باطن میں ہل چل مچ گئی اور حضرت کعبؓ و ابن امیہؓ و ابن الربیعؓ سے دریافت کر کہ آپ کی اعراض و لاپرواہی سے ان کے دل چاک چاک ہو رہے تھے کیونکہ یہ غزوہ تبوک میں بلا عذر شریک نہ ہو سکے تھے حتیٰ کہ ان کی ندامت و پشیمانی کے بعد قبول توبہ کی قرآنی بشارت آئی۔ امتنان کے طور پر وہ سجدہ ریز ہو گئے۔

(۵ ۱۷ تا ۱۸۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب لائے یعنی قرآن کریم جس کے مُنزل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور نہ کسی چون و چرا کی گنجائش ہے۔ اس کی طویل و مختصر آیتیں اور سورتیں بہترین و عمدہ ترین کلام پر مشتمل اور فصاحت و بلاغت سے لبریز۔ ہر ہر جملہ بلکہ

ہر ہر فقرہ فصیح و بلیغ، قیامت تک انسان کے لیے راہنما دلائل وشواہد کے ساتھ اور ہدایت و خیر خواہی ہے اور نفع بخش و یاد دہانی ہے مگر اہل بصیرت کے لیے جو سلامت سے نوازے گئے، رقت انگیز تنبیہ اور غفلت کوش کے لیے تذکیر ہے اور نیک عمل کے لیے ابھار ہے کہ زندگی چلتی پھرتی چھاؤں ہے اس سے عبرت کا درس لے۔ حُسن کردار کے لیے کمر ہمت باندھ۔ راہ ہدیٰ پر مضبوطی کے ساتھ ڈٹ جا، اخروی کامیابی کے لیے جدوجہد کر، لہو ولعب میں وقت مت ضائع کر اور اپنے لیے کچھ اور دنیا سے سفر کی تیاری کے لیے جمع کر۔ استغفار و ندامت کا خوگر ہو اور اپنی رستگاری کی اس سے پہلے فکر کر کہ نامۂ اعمال پھیلا دیا جائے۔ فخر و غرور چھوڑ اور اس سے اجتناب کر متکبر مت بن خاندانی غرور و برتری سے باز آ، اور قیامت کے دن اللہ جل جلالہٗ کے سامنے اپنے قیام کو یاد کر جب بجز خدا تیرا کوئی مددگار نہ ہوگا اور تو عاجز دلاچار ہوگا اور اس سے ڈر اور خدا کی پکڑ سے جو بہت سخت ہے خائف رہ۔ اور قبائلی نخوت بالکل چھوڑ دے اس لیے کہ یہ خطا کاری کی طرف مفضی ہے۔ اپنی زبان اور دل کو دنیا کی گندگی سے پاک رکھ اور شیطان کے مکر و قید سے ان کی حفاظت کر ان کی صحت و سلامتی کامیابی کا ان کی خرابی خسارہ کا سبب ہے موت سے پہلے اپنی زندگی دین کی خدمت کے لیے وقف کر دے۔ خلوص و صدق نیت کے ساتھ۔ یہ قرآنی تعلیمات کا سرسری خاکہ ہے ویسے یہ کتاب سعادت بشری کے جملہ لوازمات سے لبریز ہے ضرورت ہے ہوشمندوں کی اور عظمت پذیر جگر کی۔ پھر ہے کوئی نصیحت پذیر فھل من مدکر؟

(۱۸۸ تا ۱۹۴) وہ بشر اور انسان ہے جو یہ سب کچھ لایا۔ جبریل امین اس کے دوست اور سفر معراج کے ساتھی۔ جب سدرۃ کی طرف تشریف فرما ہوئے ایسی رات میں کہ چمکیلے دن اس پر قربان درخشندہ و تاباں تاروں والی رات جب آسمان کو ستاروں سے سجایا گیا۔ اور ان کے درمیان کہکشاں کی لکیر کھینچ دی گئی اور فضا میں یہ نغمات بکھرنے لگے۔ خوش آمدید حبیب خدا۔ تجھ پر خدا کی طرف سے تحیۃ و

سلام ہو، مبارک ہو آپ کا آنا اے ہمارے خدا کے حبیب! آپ خطیرۃ القدس کی طرف محوخرام ہیں۔ فرشتوں نے کہا۔ خدا کے بندہ خاص کی شرافت عروج کے آخری نقطہ پر پہنچ گئی۔ اور رویت باری تعالیٰ سے شاد کام ولذت یاب ہوئے۔ آپ خطیرۃ القدس کے متصل ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی قربت خاص سے نوازا، پھر حبیب و محب کے درمیان سرگوشی میں معلوم نہیں کیا گیا ہوا اس سے بڑھ کر اور امتیازی شان کیا ہوگی کہ اللہ نے آپ کو اپنی ملاقات کا شرف بخشا اور آپ کے مرتبہ کو اتنا بلند فرمایا کہ قصیدہ کیا کوئی بھی انسانی تحریر اس کے احاطہ سے عاجز و درماندہ ہے۔

(۱۹۵ تا آخر) اے ہمارے رب۔ تو مانگنے والوں کو محروم نہیں کرتا۔ پس امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی مغفرت فرما اور مجھ نااہل کی بھی اور عزیز القدر مولوی محمد طلحہ سلمہٗ کی جو میرے شیخ زادے ہیں۔ ہم گویا۔ دونوں بھائی ہیں۔ باپ کے فراق میں روتے ہیں۔ کہ حجاز مقدس میں ہے اور نہ معلوم وہ کب واپس ہوں گے۔ ہم روتے ہیں۔ میرے شیخ کی فرقت میرے لیے ناقابلِ برداشت ہوگی۔ مدت ہوئی کہ میں اپنی کمی کے باعث اس کے فیوض سے محروم ہوں۔ میں ایسی حالات میں ہوں کہ اس نے قرار و سکون سلب کر لیا۔ اور اس فکر نے مجھے وحشت کے بیابان میں لا چھوڑا۔ حیرانی و سراسیمگی کے عالم میں ہوں۔ میری آنکھ، کان، ہڈی پسلی غرض پورا جسم شاکی ہے اور میرے آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے۔

اے میرے آقا۔ مجھ پر نظرِ کرم۔ میں آپ کا مجرم ہوں، خطاکار ہوں خسارہ نے مجھے دبالیا۔ افسوس صد افسوس۔

ختم شد

ہماری مطبوعات

۱ کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ — از : امام محمدؒ — ڈائی وار اعلیٰ چار جلد .. — ۴۵۰
۲ الجامع الکبیر — " " " ایک جلد .. — ۷۰
۳ زیادات الزیادات — " " " " .. — ۵۰
۴ شرح المقاصد فی علم الکلام — از : علامہ تفتازانیؒ — .. — ۱۷۵
۵ مشکوٰۃ المصابیح عربی — ۱۲۰
۶ نور الایضاح (عربی) — از : حضرت علامہ فقیہ مولانا ابو الاخلاص حسن الوفائی الشرنبلالی .. — ۱۶
۷ بہشتی زیور مکمل و مدلل مع فہرست جدید۔ از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ .. — ۹۶
۸ بہشتی زیور غیر مدلل مکمل مع فہرست جدیدہ اعلیٰ کاغذ .. — ۶۰
۹ " " " " " چارسدہ کاغذ .. — ۴۸
۱۰ خزینۂ معرفت — از : حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ .. — ۴۸
۱۱ بہجۃ القلوب (حصہ دوم) — از : صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہ ۲۵ — ۵
۱۲ حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسولؐ " " " .. — ۹
۱۳ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کے وصال کے بعد " " " .. — ۲
۱۴ عطر الوردہ شرح اردو قصیدہ بردہ — حضرت مولانا ذو الفقار علی صاحبؒ .. — ۱۲
۱۵ السنۃ الجلیہ فی الچشتیہ العلیہ — حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۱۶ تعلیم الاسلام (کامل) — حضرت مولانا کفایت اللہ صاحبؒ .. — ۱۵
۱۷ میری نماز — از : مولانا محمد ادریس انصاری صاحبؒ .. — ۶
۱۸ فضائل درود شریف اعلیٰ سفید کاغذ — از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ ۵۰ — ۱۱
۱۹ آپ بیتی نمبر ۷ — " " " " .. — ۱۲
۲۰ فضائل قرآن — " " " " .. — ۸
۲۱ الادب المفرد (عربی) — از : امام بخاریؒ .. — ۴۵
۲۲ موت کی یاد — از : حضرت مولانا زکریا صاحبؒ ۵۰ — ۴
۲۳ فاضل بریلوی کا حافظہ — از : انوار احمد .. — ۱۵
۲۴ بریلوی فتوے — از : مولانا نور محمد صاحب .. — ۹
۲۵ حفظ الایمان مع مقدمہ انوار احمد — از : مولانا تھانویؒ ۵۰ — ۱۰
۲۶ امام ابن تیمیہؒ — ڈاکٹر یوسف کوکن عمری .. — ۱۴
۲۷ آب حیات — از : حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ .. — ۶۰

(١) تقریر بخاری شریف اُردُو۔
(٢) اختلاف الائمہ۔
(٣) فتاویٰ خلیلیہ۔
(۴) موت کی یاد۔
(۵) اکابر علمائے دیوبند۔
(٦) تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور انکے جوابات
(٧) داڑھی کا وجوب (اُردُو۔)
(٨) یمن مکتوب۔
(٩) فضائل تجارت۔
(١٠) فضائل صحابہؓ اور اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق صحابہ کرامؓ کے مابین اختلاف کی حیثیت۔
(١١) وجوب اعفاء اللحیۃ (عربی ترجمہ داڑھی کا وجوب)
(١٢) معمولات رمضان۔ حضرت شیخ رح
(١٣) رسالہ اسٹرائک۔
(١۴) وصایا امام اعظم۔
(١۵) نسبت واجازت۔
(١٦) اکابر کا تقوے۔
(١٧) ابتدائی اذکار واشغال برائے متوسلین حضرت شیخ رح۔
(١٨) مختصر "حزب الاعظم"۔
(١٩) اُم الامراض "یعنی کبر" —
(٢٠) حضرت شیخ رح کے وصال کے بعد
(٢١) چہل حدیث فضائل لباس (اُردو۔)
(٢٢) چہل حدیث فضائل لباس (انگریزی۔)
(٢٣) حضرت شیخ رح کا اتباع سنت اور عشق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ (اُردو)
(٢۴) حضرت شیخ رح کا اتباع سنت۔ (انگریزی)
HAZRAAT SHAIKH'S ADHERENCE TO THE SUNNA AND LOVE FORE THE PROPHET. (S.W.A)
(٢۵) سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رح۔
(٢٦) الانصاف فی حدود الاختلاف۔
(٢٧) اکابر کا احسان وسلوک۔
(٢٨) فضائل عربی زبان۔
... THE VIRTUES ... نام۔